

# مشاع درد

مصنفہ

سحر طراز مولوی حاجی سید شاہ ابو محمد شافعی کانپوری

مقام اشاعت

خانقاہ شریف کانپور

بار اول ایک ہزار ۱۰۰۰ انتظامی پریس کانپور قیمت دو روپیہ عشر

## اظهارِ شکر

خدا کا شکر ہے کہ میری نظموں، غزلوں اور رباعیوں کا یہ مجموعہ میری زندگی ہی میں شائع ہو رہا ہے، میری بے پروائی اور اگر خود ستانی نہ بھی جائے تو بے نیازی سے یہ امید و توقع نہ تھی کہ یہ مجموعہ اس قدر جلد شائع ہو جائے گا، اس لئے کہ میرے پاس کوئی بیاض تھی اور نہ کوئی مرتب مسودہ جس سے کاتب کو لکھنے میں سہولت ہوتی، مگر عزیز شاگرد منشی شہام کشور صاحب نور نے جو میرے کلام کے شیدائی ہیں محض اپنی محبت سے میرے منتشر کلام کو یکجا کر کے مرتب کر دیا اور دوستوں کے اصرار نے اسے کاتب کے حوالے کر دیا بالخصوص محترمی حافظ ہدایت حسین صاحب بی۔ اے، بیرسٹریٹ لا۔

ایم۔ ایل۔ سی۔ (جو یو پی کے سر عبدالقادر ہیں) کی پرسش حال کا مجھے شکر گزار ہونا چاہیے جنگی عملی بہت افزایوں نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ اگر اس کا ذکر کر دیا جائے تو شاید انکی ذات ہندوستان کے مشہور اڈیا و نغرا کامرچ بجائے اسلئے بجائے تذکرہ کے انکے شکر پر اکتفا کی جاتی ہے، مولانا محوی، مولانا ناطق، مولانا نازش کا بھی شکر گزار ہوں، کہ انھوں نے بعض قیمتی مشورے دئے، آخر میں ان حاسدین کیلئے جنھوں نے ہمیشہ میری راہ میں کانٹے بچھائے، خدا سے دعا ہے کہ وہ انھیں ہدایت دے اور صبر کی توفیق، کہ وہ اس شاندار مجموعہ کو صبر سکون کے ساتھ دیکھ سکیں،

شاقب

\* تو مپندار که این قصه زخودسی گوئیم \*

\* گوش نزدیک ایم آر که آوازے هست \*



سحر طراز مولوی حاجی سید شاہ ابوسعید ثاقب کانپوری

میرے حالات

—•—  
”میرے قلم سے“



نام و نسب، سید ابو محمد نام اور ناقب تخلص ہے، اصلی وطن کڑا ضلع الہ آباد تھا۔ لیکن اب کانپور ہے، اور مین کانپور ہی مین مسئلہء مین پیدا ہوا۔ پانچ سال کی عمر مین حسب رواج تہذیب خوانی ہوئی، چونکہ خاندان کے تمام افراد علوم عربیہ کے زبردست محقق اور عالم مین اسلئے ابتداً علم ہی مین اسلئے شرفیہ سے ایک خاص دلچسپی و مناسبت پیدا ہو گئی تھی، خصوصاً راجہ محترم صدر الافاضل حضرت مولانا شاہ سید ہاشم صاحب قبلہ کی صحبت اور انکی عام علمی مجلسوں نے تو طبیعت کے ساتھ نویسنہ پر ہمارے کام کیا۔ میرا خاندان کانپور کے تمام شرفاء مین باعتبار علم و عمل اور زہد و اتقا ہمیشہ سے ممتاز رہا ہے۔

وادیال کی طرف سے مین سادات بارہ مین ہوں، جو حضرات سادات بارہ کی تاریخی اہمیت سے واقف ہوں وہ جانتے ہیں کہ ان بزرگوں کا سلطنت مغلیہ پر کیا اثر تھا، میری مورث اعلیٰ سید حسین علی اور سید محمد عبداللہ کا ذکر ہندوستان کی تمام تاریخوں مین بادشاہ گز *Kings Makers* کے الفاظ مین موجود ہے، شہنشاہ اورنگ زیب۔ عالمگیر میرے دادا حضرت مولانا سید شاہ سید رضا علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقدس کی انتہائی تعظیم کرتا تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ دہلی سے پیاوچا چلکر محض آپ کی حصول زیارت کیلئے گئے آیا کرتا تھا۔ جہاں آپ نے مستقل طور پر اقامت اختیار فرمائی تھی۔

ناہال کی طرف سے مین سادات جبل اللیل مین ہوں اس خاندان کے بزرگ حضرت سید حسن جبل اللیل مدینہ منورہ زاد اللہ شرفنا کے سلم الثبوت فاضل اور اکابر مین مین تھے، میرے پرانا حضرت مولانا حاجی سید شاہ غلام رسول صاحب رسول ناز رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے رئیس المشائخ تھے۔ اور متاخرین مین آپ سے بہتر کوئی بزرگ صاحب نسبت نہیں گذرا آپ کے

دو صاحبزادے تھے، شمس العلماء حضرت مولانا سید شاہ سید عبدالحق صاحب شیخ الدلائل وقطب الانوار  
 حضرت مولانا سید شاہ سید احسان الحق صاحب حمۃ اللہ علیہما، اگر ان میں سے ایک علم و فضل و حرز  
 و جمال کا آفتاب تھا، تو دوسرا زبد و انوار تصوف و معرفت کا سرشتیہ، ان حضرات کے علم و فضل  
 کی یہ روشن دلیل ہے کہ آج کل افغانستان سے لیکر حجاز تک کے تمام اہل علم و اہل نسبت آپ سے  
 بیعت ہیں، اب میرے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ محمد اکبر صاحب مدظلہم العالی خانقاہ شریف  
 کانپور کے سجادہ نشین ہیں آپ چالیس سال سے احاطہ خانقاہ سے کمین باہر شریف نہیں لیگئے،  
 تعلیم ابتدا میں، میں نے خاکی طور پر انگریزی پڑھنی شروع کی لیکن چونکہ طبیعت کو حساب سے  
 مناسبت نہ تھی اسلئے جلد ہی چھوڑ دی اور اپنے والد ماجد سے عربی پڑھنی شروع کر دی اور  
 صرف و نحو کی کتابیں ختم کرنے کے بعد مدرسہ الہیات میں داخل ہو گیا اس زمانے میں شیخ الشیوخ  
 علامہ آزاد سبحانی خود درس دیا کرتے تھے، میں نے ابتدائی درجوں میں حضرت مولانا محمد حسین  
 صاحب محضی اور اسکے بعد حضرت مولانا حافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی نائب ناظم جمعیتہ العلماء  
 دہلی سے درسی کتابیں پڑھیں اور آخر میں علم ادب کی کتابیں علامہ آزاد سبحانی سے۔ یہ عجیب  
 اتفاق ہے کہ اُس زمانے میں مجھے ہم سبق و ہم کتب بھی اِس زمانے کے مشہور اہل علم اور صاحب قلم  
 ملے تھے چنانچہ برادر مملووی حافظ محمد صدیق (ملا رموزی) مولانا سعید رزمی۔ اور مولوی محمد ظہر  
 صاحب فاروقی ملا فاضل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اِس تعلیم کے بعد انگریزی کا وہ ابتدائی  
 شوق پھر تازہ ہو گیا اور انتہائی اُتھاک سے انگریزی پڑھنی شروع کر دی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب  
 میرے اوقات کا زیادہ حصہ انگریزی کتابوں کے مطالعہ اور اسکے تراجم ہی میں صرف ہوتا ہے  
 اور اسی سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔

شاعری کا آغاز۔ مجھے اپنے عزیز بھائی سید علی صاحب سے برادرانہ محبت ہے۔

۱۹۱۷ء میں جب میں جیدر آباد گیا تو موصوف وہیں موجود تھے، لیکن میری کانپور کی روانگی سر  
دو تین دن قبل کسی ضرورت سے وہ جیدر آباد کے کسی قریبی گاؤں میں چلے گئے وعدہ یہ تھا کہ روانگی  
کے دن یا اس سے پہلے مجھے رخصت کرنے کے لئے وہ ضرور آجائیں گے مگر اتفاقاً کہ وہ اس موقع  
میں واپس نہ آ سکے اور میں بحسرت کانپور چلا آیا اب اس یہی حسرت میرے جذبات کی محرک بن گئی اور  
اُن احساسات نے جو خود بخود دل میں پیدا ہو رہے تھے نظم کی صورت اختیار کر لی۔

تلمذ مولانا احسن اللہ صاحب احسن جو اعظم گڑھ کے ایک دیہات بُٹھی کے رہنے والے تھے،  
اس وقت جبکہ میں نے اپنی پہلی نظم لکھی تھی کانپور نشریت لائے ہوئے تھے اور مولانا آدلو بھائی  
کے دولت خانہ پر قیام تھا، مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے نشر کے مضامین اب احسن صاحب  
کو دکھایا کرو، چنانچہ میں نے اپنا ایک مضمون موصوف کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا،  
مولانا احسن کی مخصوص اصلاح سے یہ مضمون کہیں سے کہیں پہنچ گیا جسے دیکھ کر میری خوشی  
کی کوئی انتہاء نہ رہی اور چوتھے کے لئے احسن مرحوم کا گرویدہ ہو گیا اور برابر اپنی نظمیں غزلیں تہن  
کی خدمت میں پیش کرنا رہا، خدا سے دعا ہے کہ وہ احسن کی روح کو تسکین عطا فرمائے۔

ایک نعامی مقابلے میں شرکت۔ انجمن ارباب علم پنجاب جسے سر عبد القادر میر سراج ہالکوٹ  
کی سرپرستی اور علامہ تاجور نجیب آبادی کی نظامت حاصل ہے اور پنجاب کی سب سے زیادہ  
واقعہ انجمن ہے ۱۹۲۵ء کو اسکی جانب سے ہندوستان کے تمام شعرا کو ایک نعامی مقابلے کی  
دعوت دی گئی جسکے لئے ۱۲ مختلف عنوانات پر نظمیں لکھوائی گئی تھیں منشی شبام کشور صاحب  
نور کے اصرار کو میں بھی اس شاعرانہ مقابلے میں شریک ہوا اور صرف تین نظمیں لکھ کر پیش کیں  
باوجود اسکے کہ میری نظمیں مقررہ تعداد سے کم تھیں تاہم اس قدر پسند کی گئیں کہ مجھے اول انعام مبلغ  
دوھائی سو روپیہ نقد اور ”سحر طراز“ کا خطاب یا گیا، اس کامیابی کو ہندوستان کے مشہور رسائل

اخبارات نے شائع کیا، ہندوستان میں شاید یہ پہلا موقع کہا جاسکتا ہے کہ کسی شاعر نے کسی مقابلے میں اتنی بڑی رقم بطور انعام حاصل کی ہو۔

**عادات و اخلاق** | میں اپنے احباب سے خلوص و محبت چاہتا ہوں اور خود بھی دوسروں سے محض اخلاص و محبت کی بنا پر ملتا ہوں، میرے نزدیک بغض و منافقت دنیا کے بدترین گناہ ہیں، اگر مرحوم کی یہ رباعی ہمیشہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔

ہمت کا بلند اپنی زینہ رکھنا      احباب سے صاف اپنا سبز رکھنا  
غصہ آنا تو پھر مل ہے اکبر      لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

مجھے وقتی طور پر خواہ کسی سے کتنا ہی شدید صدمہ کیوں نہ ہو بچے مگر اسکا اثر ہمیشہ کے لئے دل پر باقی نہیں رہتا اور رفتہ رفتہ بالکل بھول جاتا ہوں، بھوٹے اور بد باطن آدمی سے سی مجھے سخت نفرت ہے، سچی اور حق بات کے کہنے میں بہت بیباک ہوں خواہ اسکے کہنے کا موقع ہو یا نہ ہو مگر میں فطرۃً مجبور ہو جاتا ہوں، میرے لئے والے اسی عادت کی بنا پر مجھ سے ملنے میں تاہل کرتے ہیں، میں کبھی کوئی ایسا موقع نہیں آنے دیتا کہ میری خود داری کو صدمہ ہو بچے، وہ حضرات جو میری طبیعت سے واقف نہیں ہیں اسے غور و فکر سے سمجھتے ہیں۔

**تاثیر شعری** | بعض اوقات میں لطف مغزین اس قدر کھو جاتا ہوں کہ گھٹنوں مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا، رقت کا یہ عالم ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ میں کسی کتاب کے مطالعہ یا کسی واقعہ کے اثر سے دو ایک مرتبہ نہ رونا ہوں، میں شعر فرمائش پر بھی کہہ سکتا ہوں لیکن زیادہ تر اسی وقت کہتا ہوں جب کسی واقعہ کا دلیر اثر ہو یا طبیعت خود اسطرح متاثر ہو۔

**مشاعر و نثر کی شرکت** | مشاعر و نثر کی شرکت سے حتی الامکان پرہیز کرتا ہوں اس لئے کہ وہ زیادہ تر جاہل و بے مذاق لوگوں کی ہنگامہ آرائی کا محل ہے۔ تاہم اگر اہل علم و سخن فہم حضرات

کا مجمع ہو تو شرکت کو خوش نصیبی سمجھتا ہوں اور اردو ادب کی خدمت۔

میری شاعری پر مطالعہ کا اثر، میری شاعری پر جن شعراء کے کلام نے نمایاں اثر ڈالا ہے وہ میر۔ غالب اور اقبال ہیں، اقبال کی زبورِ عجم نے تو دنیا سے غفلت ہی بدل ڈالی، ان کے علاوہ دوسرے شاعروں کے کلام سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ اسے دیکھنے کی کوئی ضرورت سمجھتا ہوں، اظہارِ حقیقت، شاید میرے حالات میں بعض حضرات کو خود ستانی کا پہلو نظر آئے لیکن جو احباب مجھ سے بے تکلف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب مجھے دوسروں کی تعریف کی برداشت نہیں تو اپنی تعریف اپنے قلم سے کیا مرغوب ہو سکتی ہے۔

حاشاً، کلا ان سطور سے خود ستانی منظور نہیں، بلکہ اپنے صحیح و سچے حالات کا پیش کرنا ہے ورنہ میرے احباب مدح و ستائش کے لئے کم نہ تھے۔

میں نے اپنے قلم سے اپنے حالات مختصر اس لئے لکھے ہیں تاکہ کوئی مبالغہ آمیز اور خلافِ حقیقت بات نہ آئے پائے، اس بغیر دلائل کے بعد بھی اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو اسے خود ستانی سمجھتے ہیں تو وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے باطن کا اندازہ کریں۔

ناچیز  
نائب

## تقریظ

از علامہ آزاد سبحانی مدظلہ

ناقب، کاپوڑی کی دلولہ انگیر شاعری اور انکی خداداد قوت نظم کو دیکھ کر جس کو انھوں نے خزانہ قدرت سے مال غنیمت کے طور پر ٹوٹ لیا ہے میں غرق حیرت ہو گیا اور مجھے زمانے کے ساتھ ساتھ ہونہار نو عمروں کی یہ شریع السیر ترقی دیکھ کر قدرت خداوندی اور زمانے کے تیز تر ارتقا پر تازہ ایمان لپا پڑا۔  
 نوعمر شاقب کی شاعری کو میں ابک پختہ کار پختہ عمر اور کٹن مشق استاد کی شاعری کے ہم پلہ پانا ہوں اور یہ دیکھ رہا ہوں کہ نوعمر شاقب تھوڑے ہی دن کی مزید مشق کے بعد کٹن مشق، استادوں کی صف میں شامل ہو جائیں گے اور اس صف میں بھی اپنی بعض خصوصیات شاعری کے باعث درجہ امتیاز پر فائز دکھائی دیں گے، اور میری مخلصانہ دعا بھی ہے کہ وہ اس مقام بلند پر ضرور پہنچے ہوئے نظر آئیں۔

ناقب، کی شاعری پر مفصل تبصرہ، اس وقت تو میرے امکان سے باہر ہے کیونکہ میں بہت ہی عظیم الفرستی میں تقریظ کے نام سے چند سطریں لکھ رہا ہوں، ان انشا اللہ آئندہ مفصل تبصرہ کے بار فرض سے بھی خود کو سبکدوش کر دوں گا، البتہ مجمل تبصرہ کی حیثیت سے چند بصیرت دہ باتیں اس موضوع پر سپرد قلم کئے دیتا ہوں، اگر اس سے ناقب کو یا ناقب کا کلام پڑھنے والوں کو کچھ نفع پہنچے تو میں اپنے کو خوش نصیب سمجھوں گا۔

میری مجل اور سرسری نظر میں شاقب کی شاعری کو علاوہ عام خوبوں کے جن کی بنیاد پر انہیں عمدہ شاعر کا خطبے یا جاسکتا ہے، بعض خصوصیات جن سے اس کو ایک نمایاں امتیاز کا استحقاق حاصل ہیں، ہیں،

را ثنائیت کی شاعری حقیقت نگاری اور مصوری جذبات، اصلیت خیالات اور رنگینی ادا کا عمدہ مجموعہ مرکب ہے، ثنائیت کی نچرل نظم ہی نہیں بلکہ غزلیات تک میں یہ اجتماع محاسن نہایت حشاش و نمایان جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور اس خوبی نے ثنائیت کی شاعری کو معقولیت اور دلکشی کی مجموعی تاثیر بخشنی ہے، ثنائیت کا کلام حقیقت انگیز کلاموں کی طرح معقول بھی ہے اور سحر آمیز کلاموں کے مانند نہایت دلکش بھی اور یہی اصلی چیز ہے جس نے ثنائیت کے کلام کو غایت بلندی پر پہنچا دیا ہے۔

۲، ثنائیت کی شاعری کا موضوع معین ہے جس کے محور کے گرد ثنائیت کی کل کائنات شاعری گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے، وہ موضوع کیا ہے حقیقت اشعار کی ترجمانی مع مصوری جذبات ثنائیت کا ایک ایک شعرا سی موضوع کی خدمت کی تصویر ہے اور اسی کوشش کا نمونہ اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ثنائیت اس کوشش میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

۳، ثنائیت کی شاعری بازاری شاعری کی سخافتوں اور رکاوٹوں سے پاک ہے ثنائیت کا کلام شریفانہ جذبات اور مجددانہ کیفیات کے اظہار تک محدود ہے اور اس کا قدم بازاری جذبات و کیفیات کے اظہار کی حدود میں نہیں پڑتا، یہ خوبی باوجود شاعر کی نوعمری اور تکنیکی طبیعت کے ایک خدا داد نعمت اور تائید از دی ہے جس پر کافی فخر و شکر ادا کرتا چاہیے۔

ماحصل کلام یہ ہے کہ بین ثنائیت کے کلام کو نہایت عمدہ کلام پاتا ہوں اور اس قابل پاتا ہوں کہ شعرو سخن کے قدردان اس کی پوری قدر کریں اور اس سے لطف و حظ اٹھائیں اور اس با کمال شاعر کی حوصلہ افزائی کریں۔

# مقدمہ

(از عند لیب شادانی - ایم - اسے پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی)

جناب ثاقب، کانپوری دور حاضر کے ان چند جوان سال سحر ازون مین سے ہیں جنکی رشک آفرین شہرت دیناے ادب کے دور دست گوشوں تک پہنچ چکی ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین ثاقب در کلام ثاقب کے لئے کسی تقریب تعارف کی ضرورت نہیں، چنانچہ نگارش مقدمہ سے میرا مقصود بھی اس مہجر نگار کی نادرہ کاربوں کو پہلک سے روشناس کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ موصوف کی شہرت کا قصر عالی محض بخت و اتفاق کے ناقابل اعتبار سہارے پر نہیں کھڑا ہے بلکہ حسن کمال کی ان محکم دستوار بنیادوں پر قائم ہے جنہیں متاع سخن کی موجودہ کساد بازی اری روایتی آٹلان بینی اور خصوصاً ہمارے اس دور انحطاط کی عام یہ مذاقی حیثیتیں حوادث بھی آسانی سے متزلزل نہیں کر سکتے۔ لہذا ہر ایک بلند بانگ دعویٰ ہے گرا سکا اثبات ذرا بھی مشکل نہیں، کیونکہ یہ صداقت سے اتنا ہی قریب ہے جتنا مبالغہ سے دور ہے۔ قدرت نے جنھیں ذوق سلیم اور ایک بے تعصب ل عطا کیا ہے اُنکے لئے تو کلام ثاقب شہاب ثاقب کی طرح آپ ہی اپنی روشنی کی بین دلدل ہے مگر کمزور آنکھ کیلئے عینک کی ضرورت ہے جسکی مدد سے نظر اچھی طرح کام کر سکے، دھندلے نقوش ابھر آئیں۔ اور منظر کا جزو کل آئینہ ہو جائے۔ اس سے میری مراد نقد شعر کے لئے ایک معتدل معیار پیش کرنا ہے۔ مطلق حسن قبح اور خوبی و زشتی کے پرکھنے کے لئے کوئی حقیقی معیار نہ کبھی معین ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ تعریفیات عموماً یکساں طور پر مغالطہ انگیز اور غیر تسلی بخش ہوتی ہیں خصوصاً شعر کی جتنی تعریفیں آج تک کی گئی ہیں وہ اسی نوعیت کی ہیں۔ کیا ایک نفاذ کے لئے کسی کلام موزون کے متعلق قطعی طور پر کہنا ممکن ہے کہ ”یہ شعر ہے“ اور ”یہ شعر نہیں ہے“



یاجس طرح ایک سائنس دان یا قوی اشیا کی نسبت ایک قطعی حکم لگا سکتا ہے کیا اس طرح ایک  
نقد بھی شعر کے محاسن کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔ لارڈ بائرن کے بقول

”نقد شعر کے اصول یکسانی سے اس قدر بعید ہیں کہ نہ کبھی انکی تعین ہو سکی اور نہ ہو سکے گی۔  
ان اصولوں سے مراد اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک خاص عہد کے میلانات ہیں اور یہ مسئلہ  
ہر دور میں مخصوص اور عہد گذشتہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ ایک وقت ہو مراد و بھل کا دور دورہ بحر  
دوسرے وقت ڈرائیڈن کا اسکے بعد سروالٹر اسکاٹ کا وغیرہ وغیرہ“

خود برے ایک زمانہ شناس دوست کا قول ہے کہ ”حسن نام ہے پسند کا“ باز ہمہ جہ طرح کا نانات  
کی دیگر اشیا کی ایک صفائی و اعتباری حیثیت قائم کجائی ہر اس طرح شعر کے حد و بھی معین کیے جاسکتے  
ہیں۔ اور کئے گئے ہیں۔

شعر کی ایک تعریف تو وہی ہے جو صدیوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہے اور علم عروض و قافیہ کی  
کتابوں میں عموماً کسی تغیر تبدیل کے بغیر پائی جاتی ہے یعنی ”شعر وہ کلام موزون ہے جو متکلم نے  
بالقصد موزون کیا ہو“ یہ قصد و ارادہ کی قید خوش اعتقاد بزرگوں نے جس وجہ سے لگائی ہو سکی  
تصریح کا یہ محل نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ نیک نیتی کے جوش میں حماقت کا ایک دلچسپ مظاہرہ  
کیا ہے۔ خیر ارادہ (قافیہ) اور وزن کی سبک مابہ بختیون سے گذر کر اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس آئندہ  
فن کے نزدیک وزن و ارادہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز ہے جسے شعر کی اصل حقیقت کہہ سکتے ہیں؟  
جو کہ اردو شعر کا اخذ فارسی اور فارسی کا سرچشمہ عربی ہے اسلئے عرب سب سے پہلے اس آئندہ عرب  
عجم کے خیالات پر نظر ڈالنی چاہئے۔ آج تو یہ مسئلہ بالکل طے ہو چکا ہے لیکن قدامت کلام میں بھی  
اس کے اشارے بلکہ تصریحات پائی جاتی ہیں کہ شاعری صرف وزن و قافیہ کا نام نہیں ہے، بلکہ کسی

سے شعرا لعم صمد اول :- علیگڑھ (ڈیریشن)

روح روان نچل ہے اسانڈہ فارس نے بھی نچل ہی کو شاعری کی جان مانا ہے۔ نظامی عروضی ہمدانی جو چھٹی صدی ہجری کا ایک بلند پایہ شاعر اور جید فاضل ہے اپنی نادر الوجود کتاب چہار مقالہ میں فن شعر کے متعلق لکھا ہے کہ ”شاعری وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے شاعر مقدمات مہوومہ کو اس طرح مرتب کرتا ہے کہ چھوٹی بات کو بڑی اور بڑی بات کو چھوٹی ٹخونی کو زشتی اور زشتی کو خوبی کر دکھاتا ہے۔ اور ابہام کی مدد سے قوت غضبی و شہوی کو مشتعل کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس بہام سے دونوں شگفتگی و گرفتگی پسند ابو جاتی ہے۔“

فضلاء عرب میں سے کسی نے شعر کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ”شعر وہ ہے جو قلب انسانی کی عمیق ترین اسرار کو مجسم کر دیتا ہے۔ یعنی وہ ان اسرار کو خیالی صورت میں لانے اور جو اس ظاہری کے سامنے پیش کرنے کا واسطہ ہے۔“

یا بالفاظ دیگر جذبات و احساسات کی مصوری کا دوسرا نام شاعری ہے۔ اب ہمیں اس بارے میں دیگر اقوام کے خیالات کا جائزہ لینا چاہیے۔ ارسطو کے نزدیک شعر ایک قسم کی مصوری یا انفعال ہے فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیا کی تصویر کھینچ سکتا ہے بخلاف اس کے شاعر ہر قسم کے خیالات جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے، یونان کی ایک قدیم ضرب نٹیل ہے کہ ”شعر ایک بولتی ہوئی تصویر ہے، گویائی کے شعور سے ارسطو کی تعریف ہر ایک معتد بہ اعناد کو برا گویائی زندگی کا ثبوت ہے اب گویا تصویر کے قالب میں روح بھی پڑ گئی۔“

یورپ کے نکتہ بخون نے اس مسئلہ پر تہایت نازک اور لطیف بحثیں کی ہیں ان سب کا خلاصہ شعر کی وہ حسب ذیل تعریف ہے۔ جو انسان کو پیڈیا برٹانیکا میں بیان کی گئی ہے۔

سہ چار مقالہ۔ مقالہ دوم ص ۱۱۰، ہوراؤٹین۔ مرقیہ شادانی۔ سہ دائرۃ المعارف۔ جلد دہم ص ۴۴۔ مطبوعہ مصر۔

سہ شعر الہم جلد اول ص ۱۱ علی گڑھ ادیشن۔

”شعر مطلق وہ جذبات انگیز اور موزون کلام ہے جو انسان کے قلبی کیفیات کو اس خوبصورتی سے بیان کرے کہ وہ مجسم ہو کر سامنے آجائیں“

وہ فی الواقع معلوم ہونے لگتی ہیں۔ تجیل کے ذریعہ عمل اگرچہ شاعر کا طریق استدلال منطقیانہ نہیں ہوتا مگر جو نتائج وہ نکالتا ہے جذباتی حیثیت سے دل کے لئے ضرور قابل قبول ہوتے ہیں،

دوسری چیز صحیفہ کائنات اور خصوصاً فطرۃ انسانی کا مطالعہ ہے کیونکہ یہی وہ سامان اور مصالح ہے جس سے صنایع تجیل و عمارت بنتی ہیں۔ اگرچہ نہایت مختصر ذخیرہ معلومات سے بھی مغیذہ کچھ نہ کچھ کام لے سکتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اسے اپنے کمال صنعت کے اظہار کا موقع نہیں مل سکتا۔

تیسری چیز ان الفاظ کا انتخاب ہے جن کے ذریعہ کسی معنی کو ادا کیا جائے الفاظ کے بر محل استعمال پر قدرت ایک نہایت اہم چیز ہے کیونکہ خیال کتنا ہی لطیف و پاکیزہ کیون نہ ہو اگر خوبصورت مناسب الفاظ میں ادا نہ کیا جائے تو اس کا حسن فنا ہو جاتا ہے۔ شعر نام ہے جذبات اور نہچر کی منہ بولتی تصویر کا۔

تجیل۔ مطالعہ کائنات و فطرۃ انسانی اور الفاظ کا مطالعہ، انتخاب اور بر محل استعمال سب کو لازم ہیں اعلیٰ درجہ کے اشعار کے لئے اصلیت، سادگی اور جوش بیان ضروری چیزیں ہیں۔ اب یکھنا چاہیے کہ اس معیار کے مطابق کلام نافع کا کیا درجہ ہے؟

کلام نافع کا یہ مختصر مجموعہ ۴۷۷۔ مسلسل نظموں۔ ۷۵۔ غزلوں اور ۴۵۔ رباعیوں پر مشتمل ہے۔ اگرچہ از روئے ترتیب پہلا نمبر مسلسل نظموں کا ہے مگر ہم بوجہ پہلے غزلیات کو لیتے ہیں۔

عربی کی ایک مشہور مثل ہے کہ ”لم یزک الادل للآخر“ یعنی اگلوں نے پچھلوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور کہیں اس مثل کا صحیح اطلاق ہو سکے یا نہ ہو سکے مگر اردو غزل پر تنقید یا فیصل بالکل صادق

آتی ہے عشق و عاشقی کے مختلف درجہ میں جو کیفیات انسان برطاری ہوتے ہیں انکا دائرہ خود کو کتنا  
 ہی وسیع کیوں نہ مان لیا جائے پھر بھی اس ایک محدود موضوع کے مختلف پہلو اتنے نہیں ہو سکتے کہ ایک  
 حجم غیر کی سیکڑوں پر بس تک مسلسل طبع آزمائی کے بعد بھی ختم نہ ہوں۔ اول تو فارسی والوں نے ہی کیا  
 چھوڑا تھا اور رہا۔ ہمارے ہمارے اساتذہ ختم کر گئے۔ ایسی حالت میں غزل میں کسی دلتوا زرت  
 کا بیدار کرنا عجز سے کم نہیں۔ میر صاحب اردو کے جسے سلم الفتوت اور گران ماہ شاعرین دنیا جانتی ہو  
 اور ان کے بہتر نثر و نثر کا چرچا بھی عام ہے۔ مگر آج تک کوئی تعین نہ کر سکا کہ آخر وہ بہتر نثر کو نہیں  
 اہل یہ کہ بہتر نثر کبھی نظری پیشا پوری کا طغرائے اعتبار تھے لیکن عقیدہ مندوں نے میر صاحب  
 کی طرف منسوب کر دیے جس طرح بعض کرامتیں با اخلاص مریدوں کی بدولت ہر زمانہ کے بزرگوں سے  
 منسوب چلی آتی ہیں۔ پروردگار محمد حسین آزاد صاحب اب حیات کے بقول یہ بہتر کی تعداد فرعی ہے۔  
 بہر تقدیر اگر اس تعداد کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ حقیقت کیس طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتی کہ  
 میر صاحب نے غزلوں کے کچھ ختم دیوان چھوڑے ہیں۔ اس طرح گویا آنگے ہر دیوان میں نثر و نثر کی  
 تعداد ایک درجن سے زیادہ نہیں۔ پس آج اگر کسی کے مجموعہ غزلیات میں دس بیس شعر بھی ایسے نکل  
 آئیں جنہیں مذاق سلیم نثر تسلیم کر لے تو یقیناً یہ اس نثر گفتار کے کمال فن کی آخری دلیل ہو گی۔  
 جیسا کہ بیان کیا ہے جناب ثاقب کے مختصر مجموعہ کلام میں غزلوں کی تعداد کل پچھتر ہے اس میں  
 بھی اکثر غزلیں تین چار اور پانچ شعر کی ہیں گرامر نامہ ناظرین کو جا بجا دو چکیاں کو نہی نظر آئیں گی  
 جو محبت سرشت دیوان کے سرمایہ شکیبے خاکستر کے بغیر نہیں چھوڑ سکتیں۔ نخل جو شکر کی جان ہے  
 اور جسے مختلف مراتب پر شعر کے ادنیٰ و اعلیٰ ہونے کا انحصار ہے۔ قدرت نے دل کھو کر ثاقب کو  
 عطا کیا ہے۔ اگرچہ نخل کی تعریف بیان کجا چکی ہے مگر اسکا مفہوم زیادہ واضح طور پر دلشیں کرنے  
 لئے کلام ثاقب سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

سہ جان دیتا ہوں نفس میں دونوں پر کھولے ہوئے ہر حسرت پر واز میں بھی نشان ہر پر واز کی کو  
شاعر کو یہ پہلے سے معلوم ہے کہ طائر جیل ٹرنا چاہتا ہے تو اپنے دونوں بازو کھول دیتا ہے۔ اب  
اسنے دیکھا کہ ایک پرندہ نفس میں بند۔ دونوں بازو پھیلائے جان توڑ رہا ہے سبب مرگ خواہ  
کچھ بھی ہو لیکن اسکی تخیل نے ان معلومات کو ایک نئی شکل میں مرتب کر کے پیش کر دیا یعنی اس آخری  
لمحہ میں دونوں پر دن کا پھیلا ہونا اسکے نزدیک لیل ہے اس امر کی کہ طائر محبوس کو تمام زمانہ قید میں  
آزادی کی تمنا رہی حتیٰ کہ مرتے مرتے بھی نفس سے چھوٹ کر پر واز کر جانکی حسرت اسکے دلیں مع جو دھبی

غلط ہے نازیہ آسودگان منزل دوست ہلاک منزل جانان بھی کامیاب ہوا  
شاعر یہ پہلے سے جانتا ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ جانا ہی کامیابی ہے۔ اور کامیاب ہو جانے کے بعد  
انسان اپنی کامیابی پر ناز کیا کرتا ہے۔ اور جو شخص منزل پر پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں متلاطم  
ہو جائے وہ گویا ناکام رہا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ راہ کی صعوبتیں اور سفر کی تکلیفیں منزل پر  
پہنچنے کے بعد راحت و آسائش سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اب تخیل نے ان تمام معلومات میں اپنا  
تصرف کر کے ایک بالکل نئی ترتیب پیدا کر دی یعنی جو لوگ منزل جانان تک پہنچ گئے اور اب  
ہمدوش آسودگی ہو کر اپنی کامیابی پر نازان ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ شنار راہ میں سفر کی  
سختیاں جھیلتے جھیلتے فنا ہو گئے اور منزل جانان تک نہ پہنچ سکے انھیں حصول مقصود میں کامیابی  
نہیں ہوئی۔ وہ ایک سخت غلطی میں مبتلا ہیں اس لئے کہ منزل جانان کا مسافر اگر راستہ میں  
ہلاک ہو جائے تب بھی اسے کامیاب ہی سمجھنا چاہیے کیونکہ نایاب سعی خوشنودی محبوب ہے اور  
ظاہر ہے کہ جو راہ طلب میں خود کو مٹا دے اس سے زیادہ محبوب کی خوشنودی اور کسے حاصل ہو سکتی ہے  
سہ داؤ سخن ہے ناگوار محو سکوت دین حریف و نایاب خوش بیان میں کیا رنگ کمال آگیا۔  
شاعر کو معلوم ہے کہ شاعر وہ ہیں جب غزل پڑھی جاتی ہے تو جسکا کلام اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اُسے

بہت زیادہ دانتی ہے۔ اور جس کا کلام پست اور ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے اسے بہت کم اور بعض اوقات بالکل داندین لٹی۔ پر طھنے والا شعر پر شعر پڑھتا چلا جاتا ہے اور سامعین ہن کر خاموش کیونکہ مخصوص حالات سے قطع نظر ادنیٰ نفس اس فطر تاثر کا بیاختہ اظہار ہے جو ایک لطیف شعر میں کر قلب پر چھا جاتا ہے۔ شاعر بھی جانتا ہے کہ جب کسی صنعت کا کوئی کامل نمونہ سامنے آتا ہے تو وہ منہ پر ہو کر رہ جاتا ہے۔ عقل اس شے کے جمال و خوبی اور کمال و زیبائی کو دیکھ کر دنگ ہو جاتی ہے اور فطر تاثر سے بیون پر مہر سکوت لگ جاتی ہے۔ اسکے علاوہ ناغیب کا خوش بیان ہونا بھی پہلے سے تسلیم ہے

اب دیکھو کہ بلند پرواز خیال نے ان معلومات کو کیسے نادر سا پنہ بین ڈھالا اور ان سے کیسا عجیب نتیجہ نکالا۔ شعر سکر حریف داندین دیتے بالکل خاموش ہن شاعر اس خاموشی کے یہ معنی لیتا ہے کہ ناغیب کے اشعار کمال فن کے ایسے نادر نمونے ہن جنہیں سکر شدت پنجر سے حریفوں کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔

ان مثالوں میں متینہ کا عمل معنی اور لفظاً دونوں طرح حد درجہ لطیف اور حیرت انگیز واقع ہوا ہے۔ خوف طوالت مانع تشریح ہے اسلئے اب ہم چند شعری تفسیر کے بغیر درج کرتے ہن۔

دامان آرزو مرا کتنا دراز تھا  
دوست کی صورت کا اکثر ہو گیا دھوکا مجھ  
کاش مجھ کو وہ دھبہ جو ترے دامن میں ہو  
حیرت سے دیکھتا ہوں ترا نقش پا نہو  
اشارہ تھا کہ سمجھوات بھر کا یہ مان مجھ کو

میں ان حشر میں بھی تھی امید التفات  
رابطہ باہم اس کو کہتے ہن کہ اپنی شکل پر  
میری نظر میں کس طرح دیکھ لگی تھی کہ سفیل  
جھکتی ہو ہر جگہ جہنم میں نسا زکیون  
ترا بار سوتے شمع کس حسرت سے تکتا تھا

برق ناکام گئی سوز کی حسرت سے کمر  
 عشق کی مغزوں میں ہے میرا خیال کچھ بلند  
 جب بچکھ خانہ سرا بدین سلمان نکلا  
 کیا جانے کسے دھونڈھایا ہمارے مرنے دم  
 یہ نہیں جانتا ہوں میں درد ہے کیا قرار کیا  
 اکیلا ادھر دیکھا اکبار ادھر دیکھا  
 گلوں کے ہیں آغوش و ابھر رخصت  
 ذرا بڑھ گئے بلبل کو آواز دینا  
 ثاقب کی فلک پہا سحر کار تجیل کا جلوہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ آئندہ مختلف خصوصیات کی تحت  
 میں جو اشعار درج کئے جائیں گے ناظرین خود انہیں اس روح رواں کا سربان ملاحظہ کر لیں گے  
 کلام ثاقب یوں تو جوش بیان، زبردست تشبیہ، ہمدت ادا، خیال آفرینی، لطیف ترکیب، جزئی و زانی  
 شیرینی و دلادیزی اور دیگر محاسن لفظی و معنوی سے بھر ملا مال ہے مگر اسکی سب سے نمایاں  
 خصوصیت سوز و گداز جوش بیان اور شدت تاثیر ہے اور اسکا سبب غالباً یہ ہے کہ اکثر  
 اشعار جذبات مجھ اور کیفیات قلبی کے ٹھیک اسطرح ترجمان ہیں جس طرح ایک درد مند دل  
 کی بے اختیارانہ آہ یا ایک اضطرابی چیخ۔ اسکے علاوہ اکثر انھیں واردات و حالات کا بیان  
 ہے جو عشق و محبت میں عموماً ہر شخص کے لئے ناگزیر ہیں مگر انھیں ”معمولی باتیں“ سمجھ کر چھوڑ دیا  
 جاتا ہے۔ ثاقب کی فطرت نکتہ شناس نے انہیں ”معمولی باتوں“ کو لیکر وہ ساحری کی ہے کہ  
 سننے والے کو اکثر دھوکہ ہوتا ہے کہ گویا یہ ایسے خاص جذبات کی ترجمانی اور ایسے حالات  
 کی تصویر ہے۔ حالانکہ وہ سب ثاقب کے خود اپنے واردات قلبی ہیں۔ اب ہم مثال کے  
 طور پر درد و تاثیر کے چند مرتفع کلام ثاقب سے پیش کرتے ہیں :-

سہ آہ اُس طائر مجبور کی حسرت کو نہ پوچھو جو پستنا ہو قفس میں کہ بہار آئی ہے  
 طائر چن ز اد طائر جس نے چمن میں آنکھ کھولی چمن میں نشو و نما پائی اور چمن ہی کی جان نواز  
 زندگی کا خوش گھر ہے۔ رنگین پھولوں کی ہنسی، ہنسی، ہنسی، ہنسی کے ساتھ نواں گئی۔ ڈالہوں پر چھو لٹا

نسیم و صبا کے ساتھ کھیلنا، شام و صبح کے مناظر سے مسرور اور آنکھوں سے مخمور رہنا اس کے معمولات زندگی ہیں۔ پھر فصل بہار کی سحرکاریاں بھی بار بار دیکھی ہیں۔ ابھی چمن پژمردہ، افسردہ بلکہ مردہ تھا۔ ابھی ذرہ ذرہ بین حیات کی روح دوڑ گئی چھینٹا پڑتے ہی فطرت کا گرد اُلو دھروہ چل گیا۔ صحن چمن بہین نخل کا فرش چھچھ گیا۔ اشجار نے فساد عافی جوڑا پہنا۔ پھولوں کا صحن نکھر گیا۔ رنگینی شباب پلٹ آئی۔ ہنسی چھائی۔ فضا نکلتوں سے بھر گئی چمن دامن بنگیا۔ نشاط و نشاط دانی برس رہی ہے پھر قدرت کی سب سے بڑی نعمت آزادی کے باعث ہر شے کا پورا پورا لطف اٹھا رہا ہے۔ قسمت نے ہلکا کھایا۔ آزادی چمن لگئی، جبر جم صبار نے قید کیا۔ اب چمن سے دور کچھ نفس میں پڑا گھل رہا ہے۔ ایسی حالت میں آمد ہمار کی خبر سننا ہے۔ ایام گزشتہ کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ چمن اور شادان چمن کی یاد میں کچھ منہ کو آتا ہے۔ تمنا سینہ میں ایک طوفان برپا کر دیتی ہے۔ مگر آہ! اس قید سے رہائی کہاں ممکن نفس کی تیلیاں کمزور بازو نکلے لئے انہی دیوار میں ہیں۔ پھر کتنا ہے اور پھر کمرہ جاتا ہے ایسی حالت میں اس ننھے سے پکس محبوب کی دلی حسرت کس فیامت کی ہو گی۔ دونوں حالتوں کا مقابلہ کر کے خود قیاس کر لو۔ ثنائی نے اس حسرت کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ مگر خیال و صورت کے لئے اس قدر سامان بہم پہونچا دیا اور سپرائے ادا اس قدر خوبصورت اختیار کیا کہ زیادہ تفصیل کے باوجود بھی شدت حسرت کی اس سے زیادہ مکمل تصویر بنیں کھینچ سکتی۔

کیا جانے کسے دھونڈھا پائے مرتے دم اک بار ادھر دیکھا اکبار ادھر دیکھا ایک بجران زدہ مجبور الفت کی کیسی دردناک تصویر کھینچی ہے۔ ناکامی و مہجوری نے صبا فرانس بنایا۔ سوز الفت پھونکتا رہا۔ اب آخری وقت ہے جنبش بھی دشوار ہے یا اسے گفتار نہیں جو کسی سے کچھ پوچھ سکے۔ آہ اب بھی اسی مٹانے والے کی یاد کیلئے مسلسل رہی ہو



اپنی موت کا یقین جو بچکا ہے۔ اسلئے اسکے آخری دیدار کی حسرت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ حالانکہ اس یوفا سے بر بنائے سنگدلی یہ توقع رکھنا کہ وہ آخری وقت میں صورت دکھائیگا۔ محض غلط فکر ہے خیال ہوتا ہے کہ شاید میری زبون حالت پر اسے ترس آگیا ہو اور اس خیال سے کہ یہ دنیا سے نامراد جائیو الا آسانی سے دم توڑ سکے آخری مرتبہ حسرت دیدار پوری کرنے کے لئے آگیا ہو اسی خیال کے ماتحت باوجود انتہائے ناتوانی آنکھوں نے اسکی تلاش میں ایک مرتبہ ادھر ادھر گردش کی اور مایوس ہو کر ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں۔ شعر کیا ہے۔ محبت ناکام کی ایک جگر خراش داستان ہے۔ جسے سنکر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ بہ شعر احلیت، سادگی اور جوش کا ایک لاجواب نمونہ ہے۔ ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ مضمون محض تخیلی ہے واقعت سے اسے کوئی علاقہ نہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ عموماً ایسا نہیں ہوتا مگر کبھی کبھی ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین اسکا ایک اور پہلو بھی ہے جو خود میرے مشاہدہ میں آچکا ہے اور غالباً دوسروں کو بھی اسکا تجربہ ہوگا۔ یعنی محبوب با وفا ہے مگر با اختیار نہیں۔ مجبور یا نافع قریب ہیں نتیجہ واحد۔ یعنی صدیات فراق نے چاہنے والے کو ہلاک کر دیا۔ بلکہ اس صورت میں جبکہ عاشق کو اپنے محبوب کی وفا کا یقین کامل ہے۔ مجبوری کے عالم میں شدت محبت سے اندوہ دالم کے ہاتھوں فنا ہو جانا اور بھی زیادہ یقینی ہے۔

البتہ اس صورت میں یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ محبوب حبیب مجبور ہے اور عاشق تک اسکا پہنچنا ناممکن تو پھر مرنے وقت عاشق کی نکاحیوں کا اسے ڈھونڈھنا کیا معنی؟ بات یہ ہے کہ جذبات کے ہیجان میں انسان کی عقل اسدرجہ درست نہیں رہتی کہ وہ حالات واقعات سے بالکل صحیح نتائج کا استنباط کر سکے۔ اسے بہت سی معدوم چیزیں موجود۔ اور محال باتیں ممکن نظر آئے لگتی ہیں۔ چنانچہ بحالات مذکورہ محبوب کی موجودگی اسکے بالین پر محال سی

مگر اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ ضرور میرا محبوب دہراؤ ہر کہیں قریب ہی موجود ہے۔ اسی لئے آنکھیں اُسے ڈھونڈ رہی ہیں۔

اندازیہ بیان میں بلاغت کا ایک اور لطیف نکتہ بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ مرنے والے نے دم آخر جسے ڈھونڈھا شاعر نے اس کا پتہ نہیں بتایا۔ کہا تو یہ کہا کہ نہیں معلوم کسے ڈھونڈھا درحقیقت یہ ایک ایسا بلیغ کناہ ہے جسے شعر کی قوت اثر کو ایک سے ہزار گونہ کر دیا۔ کوئی تصحیح اس لطف و خوبی کے ساتھ مقصود کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی۔

وطن کی خاک بچھ کر دیا دگر کے ہم بہت روئے یو کہ تجھ سے دور تھے اور شام غربت تھی بیابانِ مفا  
ایک غریبِ وطن کو جس شدت سے وطن کی یاد سنائی ہے اس کا نہایت صحیح اور دردناک نقشہ  
کھینچ دیا ہے۔ گھر سے دور یا رو دیا سے بھور۔ بیگانہ دیں۔ اسپر طرہ یہ کہ ہنوز منزل پر نہیں  
پہونچتا ہے۔ راستہ ہی میں شام ہو گئی۔ چاروں طرف سسناؤ ویران جنگل بستی کا کہیں دور  
نیک نشان نہیں کہ یہ در ماندہ دامن ہو چکر ذرا سسنا لے۔ ایسی حالت میں خواہ مخواہ اپنا وطن  
اپنا گھر یاد آتا ہے۔ اور دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ آنسو اُمنڈ اُمنڈ کر آتے ہیں اور اشکوں کی  
بھڑی لگ جاتی ہے۔ میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب مجھے اس شعر کے متعلق ایک مبصر  
کے یہ ”ناقارہ“ جملے یاد آتے ہیں کہ ”آپ کو چاہئے تھا کہ وطن کی ذرا سی خاک بڑیا میں باندھ کر  
سفر پر جانے وقت چپ میں رکھ لے تے اور جس وقت خاکِ وطن کی یاد سنائی فوراً  
اُس بڑیا کو حیب سے نکال کر خاک کی زیارت کر لیتے تاکہ بلا وجہ روئش کی ضرورت پیش نہ آتی“  
یہ ہے ہمارے اربابِ ادب کا ذوقِ تنقید۔ افسوس۔ خاک کے معنی اگر خود نہیں جانتے تھے تو  
کسی لغتِ دین و کچھ لیتے۔ یا کسی بڑے لکھے سے بوجھ لیتے معلوم ہو جاتا کہ ”خاک“ سرزمین کو بھی  
کہتے ہیں۔ اسے بھی جانے دو۔ خاک کے معنی وہی سہی جو مشہور ہیں۔ مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ

اس غریب لہریار کو خاکِ وطن کی عزت ایک چمکی یاد آتی تھی۔

اُن چاند کی پرکرتیں کچھ یاد دلاتی ہیں۔ — اس وقت نگاہوں میں اک حُسن کی دنیا ہے  
 بہار کی جنون انگیز ہو۔ اور تھری تھری چاندنی یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر استعداد  
 ہر شخص ان سے متاثر ہونا ہے خصوصاً زخم خوردگانِ جمال کے دلوں میں تو عمدر کی طرح  
 متوجہ زری کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے محبوب کا تصور محم ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ پھر اتفاقاً کو  
 محبت کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ بھی اس چاندنی سے تعلق رکھتا ہے تو بس قیامت ہی گذر  
 جاتی ہے شبِ بیدار میں کسی کے ساتھ وہ گلشتِ چین سرور یا وہ طفلِ نشاط۔ وہ بکجائی و تنہائی۔  
 وہ ناز و نیاز غمناک ماضی کی ایک ایک تصویر کسی نقص و تبدیلی کے بغیر پُر خیاں بر جلوہ گر  
 ہو جاتی ہے۔ جذبات بھوک اُٹھتے ہیں۔ قوتِ افعال و تاثر مشتعل ہو جاتی ہے اور  
 سینہ میں گونا گوں کیفیات کا طوفان و سنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ ماضی کے جان نواز  
 لمحوں کی یاد شتر بکر کی طرح چاک چاک گر ڈالتی ہے۔ اپنے مخصوص انداز میں ثوابت  
 نے اسی جاگداز حالت کی تصویر کھینچی ہے۔ اور لفظ ”کچھ“ سے ایک ایسا لطیف و مبہم  
 اشارہ کر رہا ہے کہ قوتِ خیال اس سے افسانے کے افسانے تیار کر سکتی ہے اسی عنوان  
 کو ایک دوسرے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

ملے جکتے ہوئے تارو یہ کیا کیا تم نے میں نفس میں تھا مجھے صحنِ چین یا وہ تھا  
 دیکھ کر تجھ کو مری آنکھ سے آنسو نہ رکنے ورنہ اسے دوست سرِ شکوہ بیدار نہ تھا  
 شکایت کے مختلف پیرائے ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ موثر وہ صورت ہے  
 کہ زبان سے کچھ نہ کہا جائے مگر ظاہری حالت باطنی کیفیت کی ترجمانی کرے محبوب  
 اس نکتہ سے واقف ہے۔ چنانچہ عاشق کی آنکھوں سے آنسو گرنے دیکھ کر اس نے یہی

سمجھا کہ گویا زبان حال سے میری شکایت کی جا رہی ہے۔ عاشق نے بھی اسکے اس خیال کو سمجھ لیا اور محبوب کی شکایت جو شریعت عشق میں گناہ عظیم ہو اس سے اپنے آپ کو بری ثابت کرنے کے لئے اس نے سرشک نشانی کی اصلی وجہ بیان کر دی کہ تمہیں دیکھ کر بے اختیار جی بھر آیا اور آنسو بہنے لگے تم اسے کہیں اپنی شکایت نہ سمجھنا۔ شکایت کا تو مجھے خیال بھی نہ تھا۔ اگرچہ اس لذتِ حکایت کے اس قدر جلد ختم کر دینے کو کسی طرح جی نہیں چاہتا مگر بخوف طوالت اب کسی تشریح کے بغیر حید نمونے پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایک دن وہ تھا کہ رو لیتے تھے دل پر اپنے  
ایک دن یہ ہے کہ رونے کا بھی مقدور نہیں  
اُف وہ درد کا بڑھتا آنسو ونگی خونباری  
آہ میری ناکامی عاںم آشکارا بھتی  
کسی کا عقدہ تاریک ہو اندوہ حیران سے  
کسی کی صبحِ عشرت تک چراغِ شام آتا ہو  
نا تو اتنی بھی عجب اُفتادِ عبرت خیز تھی  
تمنائے نہیں ہے نہ اب پروا ہے آزادی  
فساد ہو چکا تھا عہدِ دشمن تو نے لے صیاد  
ترا بیار سوئے شمع کس حسرت سے تکتا تھا  
کاش وہ صحنِ مین گلستانِ مینِ نفس ہی کھدے  
میری ہر سانس ہو ڈوبی ہوئی زہرا بہ غم مین  
ہائے وہ عہدِ تنادہ مراجذ بہ شوق  
ہائے اب تو وہ نگہ بھی نہیں اٹھتی مناقب  
کیا کیا تو نے یہ لے میری امید موہوم  
موت نے ضبط کی کچھ شرم ہی رکھ لی ورنہ  
یہ بھی شاید مرے صیاد کو منظور نہ ہو،  
حذر لے چاہے اگر اندیشہا و فکرِ دران سے  
ایسا بھولا ہے کہ آتا ہی نہیں یاد مجھے  
مجھ دلِ شفتہ و برباد و پریشاں مکی طرف  
اس کو پھر یاد دلا یا جو مجھے یاد نہ تھا  
میں یہ کیوں کر کون دلِ مائل فریاد نہ تھا

یا تو اجل کیساتھ ساتھ آئے سحر کفن بدوش یا کوئی پھر کمی نہ ہو میری شب دراز میں  
 ۲۰ ابدیع الاسلوبی کا ام ثاقب کی دوسری نمایاں خصوصیت طرز ادا کی جدت ہے۔ اور  
 یا اس مبداء میں ناقص اکثر حرفون کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ قدرت  
 جدت طرز ادا خیال کو جھڑا بہت درجے کم ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اگر اس خیال  
 کے لئے کوئی اچھوتا انداز بیان ہاتھ آجائے تو قیامت ہے نہ صرف اس قدر بلکہ بعض اوقات  
 معمولی سا خیال محض قدرت اسلوب کی بنا پر سامعین کو اس درجہ تکلیف و متاثر کر دیتا ہے  
 کہ نادر سے نادر مضمون بھی اس سے زیادہ لطف نہیں دیکھتا بلکہ سچ پوچھتے تو نبی خیال  
 جہاں تک غزل کا تعلق ہے اب عفا کا حکم رکھتا ہے اسلئے اس دور میں غزل گو شاعر کی  
 مشکلات کی انتہا نہیں۔ مگر جو لوگ طرز ادا میں کوئی جدت اور اسلوب بیان میں کوئی تازگی  
 پیدا کر سکتے ہیں۔ آج بھی ان کا کلام عملِ سخن کا حکم رکھتا ہے۔

اس محل پر یہ بتادنا ضروری ہے کہ قدرت خیال سے کہا مراد ہے؟ ایسا اچھوتا خیال کہ ایک  
 شخص خاص کے سوا کبھی کسی کے دماغ میں نہ ہو خود الشاذ کا معدوم کے حکم میں داخل ہے  
 خصوصاً غزل کے محدود دائرہ میں تو اس کا وجود ہی محال ہے اسلئے وہ خارج از بحث ہے  
 پس نئے خیالات سے ہماری مراد وہ خیالات ہیں جو آئینہ ہر شخص کے دماغ میں آتے ہیں  
 مگر انہیں معمولی سطحی غیر اہم اور ادنیٰ درجہ کا سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے یا انہیں معمولی خیالات  
 کی تہ میں کوئی بات ایسی ہوتی ہے کہ عام طور پر لوگوں کی نظر و دانتک نہیں پہنچتی۔ یا  
 جزئیاتی یا موثر نہیں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے کبھی اسلئے کہ انہیں غیر ضروری سمجھا جاتا  
 ہے اور کبھی اسلئے کہ زبان پر اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ انہیں دلنشین پر اہم میں ادا کر سکیں  
 اور معمولی طرز بیان میں ان کا ذکر بالکل بے لطف ہو جاتا ہے۔ مگر ایک فطرت شناس شاعر

انھیں حقیر چیزوں سے ایک نئی اور بالکل نئی دنیا ایجاد و آباد کر دیتا ہے۔ چنانچہ ثاقب کے ہمان اس قسم کے بہت سے دلکش نمونے موجود ہیں جنھیں ندرت خیال کے ساتھ ساتھ طسرسزاد نے اور بھی زیادہ دلفریب و دلنوا بنا دیا ہے۔ مثلاً یہ کہنا صوفیہ کی برباد الفت ہر آزار سے محفوظ ہے اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے کیسا خوبصورت پیرایہ بیان اختیار کیا ہے برق ناکام گئی سوز کی حسرت لیسکر جب نہ کچھ خاندان برباد دین سامان نکلا بجلی گری اسلئے کہ خاندان دل میں جو کچھ سامان ہے اُسے جلا کر خاکستر کر دے۔ مگر وہاں کیا دھرا تھا پہلے ہی سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ اسلئے برق کے دل میں جلاسنے کی جو حسرت تھی وہ دل ہی میں رہ گئی اور مایوس ہو کر اُسے واپس جانا پڑا۔ پردگی خیال کے دلفریب چہرہ پر استعارہ کا اس قدر لطیف جواب ڈالا ہے کہ خط و خال صاف نظر آتے ہیں اور پھر دو گونہ حسن کے ساتھ۔ دراصل مطلب یہ ہے کہ وہ "اس لئے آئے تھے کہ میرے ارمانوں کا خون کریں مجھے آزار پہنچائیں مگر انکی "عنایت" سے تمناؤں کی دنیا پہلے ہی اجڑ چکی ہے۔ اگر دل میں کوئی آرزو باقی ہوتی اور وہ اُنکے "کرم تازہ" سے اس وقت مٹ جاتی تو البتہ غلب کو بیدار ذہن پہنچتی لیکن ایسا نہیں لہذا انکی سعی ستم بیکار گئی اور مجھ نامراد کو مزید آزار دینے کی حسرت اُنکے دل ہی میں رہ گئی۔

شوق دیدار کشان کشان در محبوب تنگ کھینچ لایا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ محروم دیدار آنکھیں تن جلد سے جلد اپنی فردوس نگاہیں لطف اندوز ہوں ہر قدم "ان" سے قریب تر کر دیتا ہے مگر شوق مضطرب بڑھتا ہی جاتا ہے دل دھک دھک کر رہا ہے۔ اب رہبان میں تھوڑا ہی فاصلہ ہے دل کی دھڑکن بہت جبر ہو گئی اب قدم نہیں اٹھتا۔ جذبات میں ایک طوفان برپا ہے بکایک "ان" کے سامنے جا پہنچنے کی انھیں رو رو دیکھنے کی حرات نہیں

ہوتی اپنے آپ کو بیٹھانے کیلئے ذرا ٹھہر جاتا ہے مگر فزادانی شوق زبردستی آگے لے لیکر رہی  
ہر مختلف جذبات کی اس کشمکش کو کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

ٹھہر جا ایک لمحہ کے لئے اسے شوق نظارہ نو ذرا مین دل کی طاقت کا تو پہلے امتحان کر لوں  
حصول مقصود کا آل بے لطفی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ قریب قریب ہر شخص اس کے  
متعلق کچھ نہ کچھ ذاتی تجربہ رکھتا ہے۔ مگر جس خوبصورتی سے ناقت نے اسے بیان کیا ہے۔  
وہ ناقت ہی کا حصہ ہے۔

اسے ذوق تن آسانی بر یا کیا تو نے ساحل سے کہیں بہتر نظارہ ساحل تھا  
ساحل سے دور ایک کشتی موجوں سے لڑتی۔ ہوا کے تند و تیز جھوکوں کا مقابلہ کرتی بہتی چلی  
جاتی ہے۔ اہل کشتی کو خوشام ساحل صاف نظر آ رہا ہے۔ بے اختیار دل اس طرف کھینچا جا رہا ہے  
صرف منظر کی دلفریبی کی بنا پر نہیں بلکہ یہ خیال بھی ہے کہ کنارہ پر پہنچ کر موجوں کے تھپہڑوں  
جو اسے طاجون بھنور کی گردنوں اور کشتی کے ٹوٹ کر بالٹ کر ڈوب جانے کے خدشوں سے  
یکسر نجات لجا بیگی خشکی و در ماندگی آسائش و راحت سے بدل جائیگی۔ اسی تمنائیں جان  
توڑ کر کوشش کی اور کسی نہ کسی طرح کشتی کنارہ تک پہنچی۔ مگر افسوس کہ وہ خیال غلط نکلا۔  
ساحل کا منظر دراصل اتنا خوبصورت نہیں جتنا دور سے معلوم ہوتا تھا۔ ایک فریب نظر  
تھا اور بس حقیقت یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر سرگرمی عمل ختم ہو جائے تو زندگی اجیرن  
ہو جاتی ہے۔ اور حصول مقصود کے بعد دوری قدر تا ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ  
ہوتا ہے کہ جس شے کے حامل کرنیکی کوشش میں اپنی نام تو تین صرف کردی تھیں اور حاصل  
ہونے سے پہلے جس میں ایک ساحرانہ کشش اور جہر اور جاؤ بیت تھی اب رفتہ رفتہ اسکی  
دلکش مفقود ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ بعض اوقات

جو باتیں اس میں حسن نظر آتی تھیں وہی سب عیب دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس شے سے لطف اٹھانے اٹھاتے کچھ مدت کے بعد جی سیر ہو جاتا ہے اور اب اس میں کوئی ندرت باقی نہیں رہتی اس بنا پر اسکے حصول کی کوششوں، زحماتوں، بلکہ مصیبتوں تک میں جو لطف تھا اسکا عشر عشر بھی اب محسوس نہیں ہوتا اس شعر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو چیز دور سے خوشنما معلوم ہوتی ہے ضروری نہیں کہ وہ دراصل خوشنما ہی ہو، ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری نظر کا دھوکا ہو یا جو شے بظاہر سراپا خوبی ہے ممکن ہے کہ وہ بباطن یکسر زشتی ہو اور ہماری لاعلمی کے باعث ہمیں حسین نظر آتی ہو۔

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ کسی مبتلائے مصیبت کی اذیت کو ایک ستم دیدہ ہی سمجھ سکتا ہے ایک عشرت نصیب کے لئے اسکا اندازہ قطعی ناممکن ہے۔ خواجہ حافظ نے اسی خیال کو اس طرح ادا کیا ہے۔

شب تاریک و بیم موج و گرد آب چنین بائد  
کہا دانند حال ما بسکساران ساحل با  
ناقبت نے اسی مضمون کو اردو میں ادا کر نیکی کوشش کی ہے خواجہ صاحب نے واقعہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بجائے خود مکمل ہے اور اس پر اضافہ تو کیا اسکا چربہ اتارنا بھی محال ہی مگر دیکھنا چاہیئے کہ یہ دشوار گزار منزل ناقبت نے کس طرح طے کی ہے۔

کیا اسکو خبر اسکی ہم غرق ہوئے کیونکر  
جو محو ناسا تھا آسودہ ساحل تھا  
خواجہ صاحب نے یہ بیان کیا کہ اندھیری رات ہے۔ طوفانی موجیں اٹھ رہی ہیں خوفناک۔ بھنور پڑ رہے ہیں۔ اور ہر لمحہ کشتی کے الٹ جانے اور اہل کشتی کے غرق ہو جانے کا خطرہ ہی ایسی حالت میں اہل کشتی کے دل پر جو کچھ گذر رہا ہے اسکا اندازہ ساحل نشین نہیں کر سکتے جو ہر قسم کے خطرات غرقابی سے محفوظ ہیں نفس مطلب ناقبت کے شعر کا بھی یہی ہے۔



اگر خواجہ صاحب نے متلاطم سمندر کا بھیانک منظر پیش کیا ہے تاہم اس سے بکسر  
 خالی ہے تاہم اس میں ایک اشارہ ایسا ضرور موجود ہے جو سمندر کے طوفان و تلاطم کے بیان  
 کے بغیر بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے ہماری مراد غرق ہونے کا ذکر ہے۔ کیونکہ  
 کسی خاص حالت سے قطع نظر کشتی ڈوبنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سمندر میں تلاطم اور  
 فضا میں طوفان برپا ہو۔ دریا اور ہوا ہر سکون ہونیکی حالت میں کشتی نہیں ڈوب سکتی،  
 اسکے علاوہ دو یا تین قابل غور چیزیں ایک یہ کہ خواجہ صاحب نے اہل کشتی کی اس حالت کا  
 ذکر کیا ہے جبکہ انھیں کشتی کے الٹ جانے اور اپنے غرق ہو جانے کا خطرہ ہے۔ تاہم  
 نے اس حالت کا ذکر کیا ہے جبکہ اہل کشتی واقعی غرق ہو رہے ہیں ظاہر ہے کہ پہلی صورت کے  
 یہ نسبت دوسری صورت میں اہل کشتی موت کے قریب ترین۔ اس بنا پر انکی روحانی اذیت  
 بھی شدید تر ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ صاحب نے جن سبکساران ساحل کا ذکر کیا ہے  
 انکے متعلق اور کوئی خاص بات بیان نہیں کی مگر تاہم نے جس آلودہ ساحل کا ذکر کیا ہے  
 وہ خطرات غرقابی سے محفوظ ہونیکے ساتھ ہی ساتھ کشتی کے ڈوبنے کا منظر بھی اپنی آنکھوں سے  
 دیکھ رہا ہے۔ اور تاہم کا اسے محو تماشا کہنا ایک لطیف اشارہ ہے اسکی سنگدلی کی طرف  
 کیونکہ کوئی رقیق القلب انسان ایسے دردناک مناظر کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا۔ یقیناً  
 یا منہ پھیر لیگا۔ یا آنکھیں بند کر لے گا۔ بلکہ بعض اوقات لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔ اور یہوش  
 ہو جائے گا۔ تو ایسا ہے جس شخص جیسے لئے ایک طوفان زدہ کشتی کا تو آب ہونا ایک عجیب  
 نظارہ ہے ڈوبنے والوں کے احساسات کا کیا اندازہ کر سکتا ہے؟

اسکے علاوہ ڈوبنے والی کشتی اور آلودہ ساحل کے درمیان ایک علاقہ پیدا ہو جائیے  
 واقعات کے کل حصے ایک مکمل تصویر میں مرتب ہو گئے جس سے شعر کی تاثیر دینی ہوئی

خوشحال صاحب کے یہاں تصویر کے دو ٹکڑے الگ الگ ہیں۔ ان تشریحات سے ہمارا منشا  
حافظ و ثاقب کا فاضل ہرگز نہیں بلکہ ثاقب کے لطیف کنایات کی تصریح مقصود تھی جو  
انکے طرز بیان کی ایک ممتاز خصوصیت ہے۔

برہمی کی حالت میں رُخ محبوب کی دل فریبی کا کچھ اور ہی عالم ہو جاتا ہے اس خیال کو کیسے  
بیا رہے انداز میں ادا کیا ہے۔

جلنے لگی نقابِ حسن کو نگین و بجلیاں آئینہ جمال میں رنگِ جلال آگیا  
نظر کا بجلی سے استعارہ معمولی بات ہے مگر بحالت غصہ آنکھوں میں جو ایک چمک سی پیدا  
ہو جاتی ہے اسے بجلی کے کوندنے سے تشبیہ دینا پھر غصہ کے جوش سے چہرہ کے تمنا اٹھنے کو  
نقابِ حسن کے جلنے سے تعبیر کرنا اور رخسار کو پہلے آئینہ جمال کہہ کر پھر اس میں جلال کا رنگ  
بھرا حسن بیان کا ایک ایسا دل فریب نمونہ ہے جسکی نظیریں اردو ادب میں کسی اور شاعر  
میں ایک اشکِ دمِ آخرین دنیا و فنان کھدی ہو اسی اک حرفِ بینِ دل نے کتنا بے لگائی کھدی  
مرتے وقت انسان کے قلب کی جو کیفیت ہوتی ہوگی اسکا اندازہ ایک مرنے والے ہی  
کو ہو سکتا ہے بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ نزع کے عالم میں آنسوؤں کے چند قطرے۔

مرنے والے کے آخری احساسات کے ترجمان بن کر ڈھلک پڑتے ہیں اور لوگ اپنی  
اپنی سمجھ کے مطابق کبھی حبِ دنیا کبھی خوفِ محشر اور کبھی کچھ اور باتوں کو اسکا سبب  
قرار دیتے ہیں۔ ثاقب نے اس آخری آنسو کا سبب فراقِ دوست کو ٹھہرایا اور اسی  
ایک آنسو کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے محبوب سے جدا ہو جانکی انتہائی اذیت کی پوری  
کیفیت اور گونا گون جذبات کی مفصل روداد بیان کر دی۔

حبِ نشان اپنے گناہوں کو یاد کر کے شرمندہ ہوتا اور آنسو بہاتا ہے تو اسکا دل خود بخود

محسوس کرتا ہے کہ رحمت الہی اس سے بہت قریب ہے مغفرت مجھ ہو کر اُس کے سامنے  
آکھڑی ہوتی ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اشکِ ندامت کفیلِ مغفرت ہیں۔ نافعیت  
نے اسی کیفیت کی تصویر کھینچی ہے۔

تصویرِ عرفو کیون نہ ہو زبیاں شِ نظر کھینچا ہے آنسوؤں نے مرقعِ گناہ کا  
دل کا خون آنسوؤں کی راہ بہہ گیا اس مضمون کو مختلف پیرایوں میں ادا کیا ہے۔ مگر  
نافعیت کا انداز بیان سب سے خرا لا ہے۔

وہ لہو دِلکا جو تھا سراپا یہ دارِ زندگی کچھ ہے میری تسکین میں کچھ تری دامن میں ہر  
ضغنائے بھی بیان کر دیا کہ اب زندگی کی کوئی توقع نہیں کیونکہ جو شے در حیات تھی  
وہ ختم ہو چکی۔

آشفہ حالی از ویا د محبت کا باعث ہے۔

کیون ڈاندا ز جنوں سے ہو محبت کو فروغ و احسن سے کم نہیں غنچوں کیلئے جامہ درمی

— — —

نگاہِ شوخ رہی تجھ کو بچلیوں کی تلاش مگر کبھی نہ مرے دل کا انتخاب ہوا،  
کس چھوٹے انداز سے دل کی شدید بیتابی کا اظہار کیا ہے۔

یہ ذوقِ معصیت میرا عبادت سے بھی ارفع ہے لڑت رہ جاتی ہے نورِ رحمت مرے معیارِ عصیان پر  
کہتے ہیں کہ میرا گناہ عبادت سے افضل ہے کیونکہ کیا اس لئے کہ میرے ارتکابِ گناہ کا باعث  
وہ لذتِ مہنیں جو گناہ سے حاصل ہوتی ہے بلکہ میں اس لئے گناہ کرتا ہوں کہ خداوندِ عالم کو اپنی حیرت  
کے صحن کرنے کا ایک موقع ملے کیونکہ عبادت و ریاضت کرنے والے تو اپنے اعمالِ نیک کے  
صلہ میں پونہی بخشے جائیں گے اور رحمت کا محتاج ہے گناہگار پس میری معصیت کا مدہر

عبادت سے کہیں بلند ہے کیونکہ اسکے بغیر خداوند عالم کی ایک گزیدہ صفت محض بیکار ہوئی جاتی ہے  
 نکتہ نگار کا وہ چھپ چھپ کے قفس میں آنا یاد ہے باد صبا کی مجھے پیغامبری  
 کھل گیا دیدہ تر سے غم پھان میرا اب تو رنگین نظر آتا ہے گریبان میرا  
 کیا زود آشنا تھی وہ برقی نگاہ ناز کا اظہار اشتیاق و منان ہو سکا  
 دل مرا وقف ہو چکا جلوہ رنگہ رنگ کا ناصیہ سجدہ ریز ہے کعبہ خانہ سازین  
 ہر صغیر و لغز تازہ مرے شبیوں میں ہے میں گرفتار قفس ہوں اور قفس گلشن میں ہو  
 (۳) وار دات عشق و محبت مختلف عنوانات کے تحت میں اب تک جو اشعار درج کئے گئے  
 ان میں سے اکثر وار دات عشق و محبت کے بہترین نمونہ ہیں مگر ہم انہیں دہرائیکے بجائے اس  
 موضوع کے متعلق چند اور مثالیں پیش کرتے ہیں جیسا کہ ہم پیش بیان کر آئے ہیں ثاقب کے شعر  
 کی جیسا دھن خیالی نہیں ہوتی بلکہ وہ کسی نہ کسی حقیقت نفس لامری پر مبنی ہوتا ہے اسی لئے سنے  
 اور پڑھنے والوں کے دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے  
 تنہائی فراق کی راتیں بھی کٹ گئیں نمون ہوں میں اس دل افسانہ ساز کا  
 فراق کی تنہا راتیں جس طرح کٹتی ہیں بس ایک ہجران نصیب ہی اُسے سمجھ سکتا ہے اُصوقت  
 جبکہ ساری دنیا خواب راحت میں مصروف ہوتی ہے یہ نامراد تڑپ تڑپ کر رات کی  
 ختم نہ ہونے والی گھڑیاں گزارتا ہے۔ نرم و گرم بستر کا نمون کا کچھو نا بجاتا ہے۔ آنکھیں بند  
 کے بجائے آنسوؤں سے پڑھتی ہیں پھر بھی دل کی بیگلی کی طرح کم نہیں ہوتی۔ آخر اپنے  
 دل سے باتیں کرنے لگتا ہے، وہ خوشگوار ساعتیں جب اُنکا قرب نصیب تھا۔ وہ خلوتیں  
 وہ شب بہتاب میں باغ و راز کی میریں، وہ پوشیدہ ملاقاتیں، وہ شکر آبیان، وہ  
 خاموش گفتگو، غرض کوئی بات ہے جسکی پوری تفصیل شروع سے آخر تک دہرائی نہیں

جاتی، اور یہ دلچسپ افسانے دل کچھ ایسے مزے لے لیکر بیان کرتا ہے کہ ایک کیفیت پیغودی طاری ہو جاتی ہے، اور تھوڑی دیر کے لئے ماضی حال میں منتقل ہو جاتا ہے۔ غم بھول جاتا ہے اور اسی محویت میں کالی رات اپنی بکھری ہوئی زلفوں کو سمیٹ لیتی ہے اور یہ نمود سحر سے یکا یک چونک پڑتا ہے۔ اسی کیفیت کا ایک دوسرا رخ اس طرح بیان کیا ہے کہ

کس کس انداز سے دل عشق میں بر باد رہا  
سب فضاؤں میں فسانہ یہ مجھے یاد رہا  
ہر چند جوش گریہ ہوا و ہر اضطراب  
پھر بھی سکون دل کو تری یاد سے ہوا  
عالم مجھوڑی و مجھوڑی کی ایک عجیب کیفیت کو بیان کیا ہے کہ جو "فت" وہ "یادائے" دل  
بیناب ہو گیا، جی بھڑایا، آنسوؤں کا طوفان اٹھا، اور آنکھیں خوب برسین، کثرت گریہ نے بے حال کر دیا  
مگر پھر بھی انکی یاد کی معجز نوائی دیکھو کہ مضطرب دل ٹھہر گیا اور ایک تسکین سی ہو گئی، یاد ہی باعث گریہ  
و اضطراب ہے اور وہی یاد باعث تسکین،

سکون یا س میں بھی ہے وہی اندازہ بتائی  
یہ کس نے دل کے ہر ذرہ میں اک برق نہاں بکھری  
انسان کی فطرت ہے کہ جب تک کامیابی کی امید لگی رہتی ہے دل کی خلش و بے چینی دور نہیں ہوتی  
مگر جب ناکامی کا یقین اور کامل مایوسی ہو جاتی ہے تو پھر وہ اضطراب و بے چینی اور وہ خلش باقی  
نہیں رہتی۔

ذوق ہے اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانہ یاس۔  
ہشت ہے ہمیں آرام جاوداں کیلئے  
مگر محبت کی عجاب کار یاں خیر العقول ہیں، آس ٹوٹ چکی، امیدیں مٹ چکیں مگر دل کی بے چینی  
نہ جانا بھی نہ گئی، اور نہ جانا کیا معنی ذرہ برابر کم نہ ہوئی، معلوم ہوتا ہے قلب میں کسی نے بجلیاں  
بھردی ہیں۔

اے انقلاب، کل جو تھے سرمایہ نشاط  
ہیں آج ناگوار نہ جھونکے ہمارے

کل کائنات نغمہ درد آفرین بنی اُن رے اُترے دل کے غم جاگداز کا لڑ  
 انسان جب خود مسرور ہوتا ہے تو اسے ہر چیز فطر مسرت سے مسکراتی نظر آتی ہے اور ایسا  
 محسوس کرتا ہے کہ فطرت کا ذرہ ذرہ میری خوشی میں حصہ لے رہا ہے اور جوش نشاط سے  
 مست ہو، اور اسکے برعکس جب مغموم ہوتا ہے تو اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز سوگوار  
 ہے۔ ہر شے ماتم دار ہے۔ نرم ہوا کے خوشگوار جھونکے جنکی چھپرے کل دل کھلا جاتا تھا۔  
 طبیعت میں جوش مسرت اور سینہ میں ولولے پیدا ہوتے تھے کیونکہ اسلئے کہ ”وہ ساتھ  
 تھے، آج وہی جھونکے وہی مستانہ خرام جھونکے کلیجہ مسلے ڈالتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا  
 ہر ذرہ غم کے زہر میں ڈوبا ہوا ہے، جو بدن سے مس ہوتے ہی ہر گدے پہلے میں سزائت  
 کرنے لگتا ہے کیونکہ اسلئے کہ آج فراق کی تنہائی ہے۔ آج طبیعت اداس و رنجی نہ اس  
 ہے۔ فطرت کی ہر دلنشین صدا درد انگیز معلوم ہوتی ہے۔

ہو ہم سخن دشمن وہ خواب تخیل میں - - - اسے کاش نہ دیکھو نہیں یہ منظر سوائی  
 ناقب کا یہ شعر عزت نفس اور غور نہ شرافت کے جذبات کا بہترین مرقع ہے، عموماً شعرا  
 کے نزدیک اُنکے محبوب کا رقیب سے ہم سخن ہونا بلکہ ہم بغل ہونا بھی چند ان مضائقہ کی  
 بات نہیں چنانچہ ایک برصغیر مشہور استاد کا شعر ہے۔

تم کو ہے وصل غیر سے انکار اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا  
 ایک در بزرگوار فرماتے ہیں۔

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو  
 مگر ناقب کی فطرت بلند اور خمیر صافی سے ان آلودگیوں کا تحمل ناممکن ہے، اس کے لئے  
 فی نفسہ نہیں بلکہ صرف عام خیال میں محبوب کا غیر سے ہم سخن ہونا، اسکی انتہائی ذلت ہے

خیال پر قابو نہیں دے بار بار یہ تصویر پیش کرنا ہے کہ محبوب اور رقیب میں راز و نیاز کی بائین بوندی ہیں، واپس اس عالم کا خلاق ہے اور وہ بگمائی بھی جو لازمہ محبت ہے جب کہ بطرح یہ خیال سمجھا نہیں چھوڑتا تو خدا سے انجا کرنا ہے کہ بار آلود کاش تو یہ قوت نخیل مجھ سے چھین لے۔ کیونکہ اپنی ذلت و رسوائی کا یہ روح فرسا منظر اب مجھ سے نہیں دیکھا جاتا باد میں نیری اس طرح عمر مری گذر گئی کچھ نہ سمجھ سکا کہ تھا حاصل انتظار کیا ہمت مشکل ہو پوری شرح غمناکے ہنار کر لون اگر وجدان و کیفیات کو بھی ہم زبان کر لون میں لے خوب سمجھتا ہوں جو حالت ہے مری ہان گردل کو دہی درس شکبائی ہے سر طرح کی دیرانی ہر رنگ کی آبادی میں آپ ہی غلوت تھا میں آپ ہی محفل تھا الامان اے اضطراب یاس و امید الامان نہیں گورخصت سرچمن کچھ غم نہیں ناقب جس میں کہ آجاء اٹھا مرے دل کو ایک لطف بھر دل کی حسرتوں میں ہے امید کی نمود بھر یاس ہو چلی ہے پشیمان آرزو زبان شوق سے کیا حرف آرزو نکلتے کہ جب نگاہ سے بھی عرض حال ہونہ سکا (۴) وقوع گوئی وقوع گوئی سے مراد ان واقعات و معاملات کا بیان ہے جو عشق و عاشقی میں پیش آتے ہیں، عشق و ہوس کے ڈانڈے جو نکلے ہوئے ہیں اس لئے عموماً شعرا وقوع گوئی میں حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتے ہیں اور انکے اس قسم کے اشعار اس میں شک نہیں کہ جذبات نفسانی کو براہِ نمٹنے کرنیکی قابلیت رکھتے ہیں مگر ایک بار ان محبت کے لطیف احساس کو محرز کر دیتے ہیں، لہذا ان چیزوں پر قلم اٹھانے والے کے پاس ایک پاک دل، پاک نظر، پاک خیال اور پاک انداز مقال ہونا چاہئے، ورنہ ایسی وقوع گوئی بوالہوس شرابہ ہوس و توت کی

بدستی اور خوبان بازاری کے جیسا سوز حرکات کی المناک تصویر ہو جائے گی ثانیاً کو در و جوی ہی  
 ہی کے بیان سے فرصت نہیں، مگر جب کبھی اس طرف آتے ہیں تو رشتہء ادب کو مضبوطی سے  
 تھامے ہوئے، اور ہر قسم کی آلودگی سے اپنا دامن بچاے ہوئے، تاہم واقعہ کی تھوڑی سی مقدار  
 صحیح، اس قدر کفریب اور اس قدر اثر انگیز ہوتی ہے کہ سننے والے کو تھوڑی دیر کے لئے ایسا  
 محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ خود اس واقعہ میں عملی حصہ لے رہا ہے، مثلاً یں ملاحظہ ہوں  
 کس کام کی ہشباری، اچھی تھی وہ بیہوشی، جب تک کچھ کھلی، اُن کی آغوش میں سر رکھا  
 صورت واقعہ یہ ہے کہ کسی حسن اتفاق سے پاکبازان محبت کو تنائی میں ملاقات کا موقع  
 نصیب ہو گیا، سامنا ہوتے ہی گونا گون جذبات کا ایک بسا تلام سینہ میں پیدا ہوا کہ عاشق  
 کے دل کی حالت غیر ہو گئی، ابھی گفتگو کی ذبت نہ آئی تھی کہ چور اگر گرا اور بیہوش ہو گیا، محبوب نے  
 جب اپنے جاندار وہ کی یہ حالت دیکھی تو ہر چند فطری حجاب دامنگیر ہو محبت نے غلبہ پایا، اور  
 اس نے بے اختیار عاشق کا سراٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا، تھوڑی دیر میں عاشق کو ہوش آ گیا  
 اور اسے آنکھیں کھول دیں، محبوب نے جب یہ حالت دیکھی تو شرم و حجاب کے جذبات پھر بیدار  
 کر آئے اور اس نے فوراً اپنا زانو عاشق کے سر سے جدا کر لیا۔ اسی کا عاشق کو افسوس ہے۔  
 وہ اپنی بیہوشی کو ہوش پر ترجیح دیتا ہے، کیونکہ بیہوشی کے عالم میں جو بات نصیب تھی اب  
 اس سے محروم ہو گیا، لطف یہ ہے کہ شعر میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ عاشق کے  
 ہوش میں آنے پر محبوب نے شرم کر اپنا زانو عاشق کے سر سے علیحدہ کر لیا۔ مگر عاشق کا  
 اپنی ہوشیاری پر تاسف کرنا ایک ایسا لطیف کناہ ہے کہ اس سے یہ محذوف مضمون  
 خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ ثانیاً کے انداز ادا کی ایک نہایت ممتاز خصوصیت  
 ہے۔ جسکے متعلق اسلوب بیان کے تحت میں ہم کسی قدر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں،



دنیا سے دل میں ایک تلام سا ہے بسا یوں دیکھتے ہیں وہ نگہ شرمسار سے معلوم نہیں کتنی مدت کے بعد ملاقات نصیب ہوئی ہے اور نہ ہی طویل مدت عاشق کے لئے یونہی اس قدر تیز ہونے ہیں کہ جدائی کے مختصر لمحے بھی اُسے مہینوں اور برسوں کے برابر معلوم ہوتے ہیں، انکا سامنے موجود ہونا ہی سینہ میں جذبات کا طوفان برپا کر دینے کے لئے کافی ہے، اس پر قیامت اُن کا حجابِ گین انداز سے دیکھنا، پھر اگرچہ حجابِ محض فطری اور طبعی ہے تب بھی بے پناہ ہے اور اگر کہیں وہ اپنے کسی نامناسب سکون کو یاد کر کے منفعل ہیں اور یہ احساس انفعال نظر سے ٹپک باہر تو اور بھی ستم ہے۔

اک حسن بے حجاب تو ہے سامنے ضرور اب ٹو ہے یا کمر صرف یہ تیرا خیال ہے شدتِ محبت کے باعث محبوب کا تصور بسر وقت عاشق کے پیشِ نظر ہے، حالات کچھ ایسی ماسا د ہیں کہ محبوب سے ملاقات ہونا اسکے نزدیک بعید از امکان ہے، حسن اتفاق سے کوئی صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ عاشق و معشوق یکجا بہم ہو گئے، عاشق اپنے محبوب کو سامنے موجود پا کر بالکل از خود رفتہ و مہموت ہو گیا، حیران ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا خود محبوب سامنے ہے؟ نہیں وہ کہاں؟ تو پھر یہ کون ہے؟ شاید اسکا خیال ہے جو اس وقت محکم ہو کر سامنے اکھڑا ہوا اور اخلاقِ توقعِ محبوب سے ملاقات ہونے پر عاشقِ مجبور کی شدتِ محویت کی اس سے بہتر تصویر شاید کسی نے کھینچی ہو اور پھر مزہ یہ ہے کہ مضمونِ محض تخیلی نہیں واقعی ہوا، اہل تجربہ میرے بیان کی تصدیق کر لیں ترے اقرار و وفا کو وہ مراد صراحتاً وہ ترانا ز سے کہنا کہ نہیں یاد مجھے کچھ زمانہ سے محبوب کی طرف سے یہ اعتنائیاں ہو رہی ہیں آج ملاقات ہوئی ہے، عاشقِ گلہ مند ہے بیانِ وفا یا بدولتا ہے کہ کیوں اسی کا نام ہے وفا، اسی کو کہتے ہیں پاسِ قول و قرار، جواب ملتا ہے کہ کس نے وعدہ کیا؟ کب کیا؟ کس سے کیا؟ ہمیں تو کچھ یاد نہیں،

منت پذیر ہوں میں تری مشق جو رکا  
 اس نے تو دل کو اور وفا دار کر دیا  
 محبوب کے ظلم و ستم کی شکایت کا کٹنا موثر ہے یہ ہے، کہتے ہیں کہ شاید تمہیں یہ خیال ہوا ہو گا  
 کہ تمہارے ظلم و ستم سے تنگ آکر دل تمہاری محبت سے دست بردار ہو جائیگا مگر افسوس تمہیں  
 یہ معلوم نہیں کہ میری محبت محبت ہے ہوس نہیں یہ تمہاری جفاؤں سے زائل ہو جائے،  
 جتنی تمہاری بیداد بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی میری محبت شدید اور میری وفا استوار ہوتی  
 جاتی ہے، اور سچ بچھو تو مجھے تمہاری جفا کی کوئی شکایت نہیں بلکہ میں تو اسکا شکر گزار ہوں  
 کیونکہ اسی نے میری وفا کو زیادہ پختہ کر دیا۔

اس کے ہر انکار میں مد پر دہ اک اقرار تھا  
 بخودی میں لیکن اسکا جاننا دشوار تھا  
 عاشق انتہائی خود رفتگی میں اصرار کر رہا ہے، ادھر سے جو کچھ جواب  
 ملتا ہے اسے انکار ہی سمجھتا ہے، حالانکہ دراصل وہ انکار انکار نہیں، الفاظ انکار معنی اقرار  
 اور یہ عین نقصان ہے محبوبیت ہے، لیکن یہ اپنی ذات کی میں ایسا گم ہے کہ اس پوشیدہ اقرار کو نہیں  
 سمجھ سکتا، آخر محروم و مایوس محبوب سے جدا ہو گیا، کسی دوسرے وقت جب ہوش و حواس  
 بجائے، اس نے اپنے درخواست اور محبوب کے جواب پر غور کیا اچھل پڑا کہ اسے یہ تو انکار  
 نہ تھا، اقرار تھا، اسے افسوس کہ میں اسوقت نہ سمجھا مگر کیسے سمجھتا ہوں اس ہی بجائے تھے جس معمول  
 اس شعر کے مضمون کا بھی ایک کافی حصہ محذوف ہے مگر شعر چڑھنے کیساتھ ہی سامنے آجاتا ہے  
 پتہ ان کسی سے حسن خود آرا نہ ہوسکا  
 یعنی و فیر شوق میں بردہ نہ ہوسکا  
 ادھر مری توبہ کی دھارس بندھانی  
 ادھر مجھ کو ساغر ابد ناز دینا  
 مجھے پروانہ تھی رومانیاں ہوتیں زمانہ میں  
 تم توبہ ہو تم جنت ہو میرے حبیب داماں پر  
 کس طرح تھا ہوتا اس جلوہ دلکش پر  
 جب ہوش میں آتا ہی دل کیلئے مشکل تھا

لے اسے دل پر حسرت کچھ اور تنہا کر  
 ابھی تو آنسو و نین خون کی سرخی آئی ہے  
 کچھ غنیمت سی آئی ہے میرا محبت کو  
 اُن سے سحر کا ریاں تیرے جمال ناز کی  
 آنکھیں جھکی ہوئی ہیں، منہ لبوں پہ ہے  
 اسرار و معارفِ ناقب صاحب چونکہ ایک ذی مرتبت سالک طریقت بزرگ کی یادگار  
 اور خود بھی اہل دل ہیں اس بنا پر رموز معرفت اور اسرار حقیقت اس خوبصورتی سے بیان  
 کرتے ہیں کہ سننے والا جھومنے لگتا ہے، ان مباحث پر اُنکے اشعار محض اگلوں کی نقالی نہیں بلکہ  
 غور و فکر کرنے والوں کے لئے اُنکے کلام میں بھیرت افروزی کا کافی سرمایہ موجود ہے،  
 متقدمین اور متأخرین سبھی نے اس میدان میں طبع آزمائیاں کیں ہیں مگر تصوف سے واقعی  
 لگاؤ رکھنے والوں اور محض نقالوں کے کلام میں صاف فرق نظر آتا ہے، ایک کی فقرش مستانہ  
 بے اختیار ہے دوسرے نے فقط اسکی نقل اتاری ہے۔ دیکھنے میں دونوں کے واس پھولوں  
 سے بھرے ہیں مگر ایک کے پھول اصلی دوسرے کے کاغذی ہیں جن میں صرف رنگ ہے یونہی،  
 جسم ہے روح نہیں، خدا نے اگر آپ کو ذوق صحیح عنایت کیا ہے تو ثاقب کے یہ جرمات  
 نوش پیچھے اور مست ہو جائیے۔

احساس تک کسی کو نہیں متباز کا  
 بے فائدہ ہلاک فریب شہود و تحفا  
 وہم و گمان سے دور ہیں تیری تجلیاں  
 محبت کی ہوا لوں میں نفس کو فی نہیں فانی  
 اللہ سے فریب طلسم مجباز کا  
 دنیا تھی اک طلسم زبانِ محفانہ سود تھا  
 جلوہ وہ ہے نگاہ کا دھوکا کہیں جسے  
 یہی گوشِ خرد میں نغمے العام آتا ہے

بزم ہستی کی نمائش ہے تری جلو گری  
کسی کا عکس پڑتا ہے مری جذبات پہنائی  
ہستی تری دیوانے اس حسن کا پردہ ہے  
عقل پر کرنہ جبر لو کو شش ایتنا زمین  
کسی کو ہوش کمان پرودہ مجاز نہ کر  
درماندگی کا اپنی خود چارہ ساز ہو جا  
کچھ کہ نہیں سکتا میں یہ کون مقابل تھا

۴) تسلسل مضامین کا عام دستور یہ ہے کہ غزل کے ہر شعر میں ایک جداگانہ مضمون اور  
ایک مختلف جمال ادا کیا جاتا ہے۔ اور غزل کے تمام اشعار اس اعتبار سے ایک دوسرے  
کے ساتھ کوئی ربط نہیں رکھتے۔ مگر ناقد کے یہاں مسلسل نظموں سے قطع نظر غزلوں میں بھی  
ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاص کیفیت کے دوران میں غزل شروع کی ہے اور غزل کی  
غزل اسی حالت کے بیان میں ختم ہو گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انکی غور رس  
نگاہ کس طرح کسی ایک مضمون کے تمام جزئیات کا احاطہ کریتی ہے، مثلاً۔

بائے یاد شباب کفر انگیر  
شاہد شوخ و ساغر لبریز  
یہ چین زار اور دل بے کیف  
بہ گھٹا اور جام سے پر ہیز  
یاد ہے وہ بہارِ عالم عشق  
کس قدر تھی ہوا جنوں انگیز  
محفل کائنات و جہین ہے  
جلوہ دوست ہے کرشمہ ریز

۵) قدرت کلام۔ فوس سے کہ کوشش اختصار کے باوجود سلسلہ کلام بھساتا چلا گیا پھر بھی  
بہت سے مباحث اناکل تشنہ رہ گئے اور بعض چیزیں تو بالکل ہی چھوٹ گئیں مثلاً

محاسن لفظی سے مطلق بحث ہی نہیں کی گئی، لیکن ایک خیال سے تسکین ہو جاتی ہے کہ محاسن لفظی ثاقب کے کلام میں اس قدر نمایاں اور اس قدر فراوان ہیں کہ کسی پوشش کے بغیر ہر شخص ان سے لطف اندوز ہو سکتا ہے، لہذا قدرت کلام کے ضمن میں ہم صرف دو باتیں ہدایت اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱، عام خیال یہ ہے کہ جس زمین میں قافے کم ہوں اس میں غزل لکھنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ ایک قافیہ کے لئے اچھا مضمون ایک بھی مشکل سے ملتا ہے، پس اگر اسی قافیہ کو مکرر لکھا جائے تو اچھا مضمون نکالنا محالات سے ہے، لیکن ثاقب کی قوت تخیل اور قدرت بیان کے سامنے یہ دشواری دشوار نہیں رہتی چنانچہ ان زمینوں سے قطع نظر جن میں قافیوں کی کمی ہے وہ عام طور پر بھی ایک ایک قافیہ کو کئی کئی طرح سے باندھتے ہیں۔ اور ایک سے ایک ہتر مضمون نکالتے ہیں بلکہ کبھی کبھی تو غزل کی غزل ایک ہی قافیہ میں تمام کر دیتے ہیں۔ مثلاً

یاد آئی دشت میں زن ان کی آبادی مجھے آج ہے شام اسیری صبح آزادی مجھے  
آشیان میرے لئے ہو گا چمن ہی میں نفس و دے گیا صبا و آ کر قید آزادی مجھے  
بے حقیقت ہو یہ سب طوق سلاسل کا خیال و لے اڑیگا ایک دن یہ جذبہ آزادی مجھے  
زیست کی پائندہ بان سے پائین صد ہزار جہنم و کیا دکھائے دیکھئے اب و ذوق آزادی مجھے  
میری آنکھوں میں ہے نقشہ محبت اجاگر ہے میرے قید میں بھی لطف آزادی مجھے

— : —

جان دیتا ہوں نفس میں دو نو پر رکھوئے عشق و حسرت پر واز میں بھی شان ہے پر واز کی  
اب رہائی کی تمنا ہو تو کس آئینہ پر واز سب ہوئی چار ہی ہیں خط تین پر واز کی

مین نفس کی زندگی کا اس قدر نوگر ہوا تو رفتہ رفتہ حسرتیں جی مٹ گئیں پرواز کی  
بڑھتی جاتی ہے اور صبا کی شان کرم بگھٹتی جاتی ہے اور طاقت میری پرواز کی  
سامنے ہے آشیانہ اور نفس کا در کھلا ٹپو چھٹے ہو بیکیسی کیا حسرت پرواز کی  
اُن شب غم کی ادا سی مجھے ایہ عدم نہ پوچھ ڈاک چراغ آرزو تھا وہ بھی اب خاموش ہے  
کس کا غم برہمن ہنگامہ تحفہ سل ہوا کیون ادا سی چھا گئی کیون انجمن خاموش ہے  
اب نہ نلے ہیں نہ وہ ارمان نہ وہ سوز و گداز غزل ہے ہلو مین مگر افسردہ ہے خاموش ہے  
دیکھنے والو ذرا ناقت کی صورت دیکھنا آہ وہ بیکس ہجوم یاس مین خاموش ہے  
خوف طوالت صرف چند مثالوں پر اکتفا کی گئی اور نہ ناقت کے یہاں یہ رنگ عام ہے  
۲۔ کلام مین روانی کے لئے سب سے بڑا عنصر بندشوں کی چٹنی ہے، شعر کی ترکیب نثر سے  
جتنی زیادہ قریب ہوگی اتنی ہی شعر کی روانی سلاست اور صفائی بڑھ جائے گی، ناقت کی  
قادر الکلامی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ان کے سیکڑوں شعراں ردی  
ترکیب نہ صرف نثر سے قریب ہیں بلکہ اگر ان کی نثر کجائے تو وہی صورت باقی رہے گی جو  
اب ہو اور بعض اوقات تو غزل کی غزل اس حسن سے مالا مال ہے مثلاً

غناۃ الفت کا مضمون بس اتنا ہے	ما یوسی و نا کامی انجام تمنا ہے
ہر سمت مجھے اس کا جلوہ نظر آتا ہے	ان بزم تصور بھی کیا بزم تماشا ہے
سوز غم فرقت سے یہ حال ہمارا ہے	جو سانس ہر شعلہ ہو جو اشک ہر چھپا لہ ہے
نظارہ کی حسرت مین اپنے کو فنا کر دے	ہستی تری دیو ارے اُس حسن کا پردہ ہے
لرزش سی فلک کو ہر جنبش سی زمین کو ہر	یعنی مرے نالوں سے عالم تہ و بالا ہے
اجت چاند کی یہ کرنیں کچھ با د لاتی مین	اس وقت تصور مین اک حسن کی دنیا ہے

ہمارے محبت کو کچھ نیند سی آئی ہے نہ  
اب حال نہ ہو چھو تم جیسا ہے بے لگھاؤ  
ہر قطرہ حقیقت میں خود آپ ہی دریا ہر

ہمارا ارادہ تھا کہ غزلیات پر مختصر سا تبصرہ کر کے مسلسل نظموں کے متعلق تفصیل سے بحث کر بیٹھے  
اسلئے کہ دراصل نظمیں ہی شاقبت کا سراپہ کمال ہیں، غزلیں یقیناً ان سے پیچھے ہیں، مگر نہایت  
افسوس ہے کہ اختصار کی تمام کوششوں کے باوجود اوپر خواہش و ارادہ کے برعکس غزلیات کا  
زیوہ اس قدر طویل ہو گیا کہ اب مطلق گنجائش تحریر نہیں، اگر نظموں پر مہبوط تبصرہ کیا جائے تو  
کم از کم دو سو صفحے اور درکار ہونگے، مگر حالات اسکی اجازت نہیں دیتے، ناچار ضرر چند بائیں  
کہ کر دی معذرت کے ساتھ اس نامکمل تحریر کو ختم کرتے ہیں،

غزلوں میں جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً رفعت، تخلیل، حقایق نگاری، جوش بیان  
در و تاثیر، حسن اسلوب، سلاست و روانی، یہ تمام خوبیاں نظموں میں بدرجہ اتم موجود  
ہیں، ان کے علاوہ ایک اور خصوصیت بھی ہے، اور جس کا مرتبہ بجائے خود بہت بلند ہے،  
اس سے ہماری مراد ”ذرت تشبیہ“ ہے۔ غزلوں میں بھی اگرچہ کہیں کہیں نئی تشبیہات  
نظر آتی ہیں مگر نظمیں ان سے مالا مال ہیں، ہماری شاعری چونکہ ہر باب میں پابند تغلید ہے  
اس بنا پر شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے یہاں کوئی نئی تشبیہ نکل آئے، ورنہ وہی  
چپائے ہوئے نوالے، مگر شاقبت نے اس کثرت سے نئی تشبیہیں اور نئے نئے استعارے استعمال  
کیے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، ادبے اختیار زور و طبع اور فکر و رسائی داد دینا پڑتی ہے  
بعض نظموں کا تو یہ حال ہے کہ شروع سے آخر تک گویا تشبیہ کے موتیوں کی ایک لڑی ہو

جسکا ہر دانہ آب و تاب میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتا ہے۔ مثلاً۔

”حقیقت زندگی“ اور ”بارش کی حقیقت“

اس کے علاوہ جا بجا نئی اور خوبصورت تشبیہیں خود بخود پڑھنے والے کا دامن توجہ  
تھام لیتی ہیں مثلاً۔

آبشار لگے بڑھ رہا، ہر دشت میں شان و سمتانہ دار چٹھری کوئی مسافر تو بھر منزل سے ہو  
اوپر نیچے نیچے چوٹیوں پر جب کچل جاتی ہے برف ڈال اور جب پرتی ہیں انہر کے کرنیں متصل  
اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کلیساں یا کوندنی میں پردہ ہائے شب میں ملکر کیا

”عمر طفلی“ میں فطاط کو سمجھتا تھا کہ بھلا ہے مرا ڈال ایک لپا پان مسرت تھی صد آری میں  
بنوہ اور برستا، یہ جنازہ شباب یا کر مرا پانگ ہے۔ ڈالہ تھیں خبر نہیں جانے کوئی تنگ ہے  
گنگا نشان، غیر ممکن ہے کہ دل میں روشنی پیدا ہو، ڈالنے پانی کے ہیں انسانیں و خدا کی شمع  
سادھو دیکھے واسطے پیش ہے موجود نکاراگ ڈال تھیں لیکر کھڑے ہیں تو حاجت کی شمع

”کلی“ عرصہ کہ شگفتگی زندہ کن ہنسا رہے ڈال تری ٹھوئیں بندہ صحت خوشگوار ہو  
”شکوتِ تمام“ موج اک ظلمت کی ہو دریا کے مغرب روان ڈال تھ گیا، ہر دوا دلوئے دھوپ کا بارگراں

داغ ہے لالہ کے دل پر یا، ہر بھونرا تھکے پاس ڈالیا سمن ہے درد کے عالم میں ہم پہلو کا س  
”ریشم“ تو نے کھولا مسکدہ اہل فلک کے واسطے ڈالست انکو کر دیا اپنی شراب سرخ سے

جی میں آتا ہے کہ میں کمردن تھے رنگ شباب و دشمن تھکوتا دونوں یا کوئی اتنی کا خواہ  
یا کہ دو شہید ہے اک مست مے حسن ہمارا ڈال شرخ آچل جسکا اڑتا زرخشا میں بار بار

یا تبسم ہے کسی کے چہرہ زہیبا کا تو ڈال یا کہ نقش اولین سمیت حزن ہے پروا کا تو  
”یشقِ شام“ چرخ ہے وہ کوندی بجلی سی حسن کی رونق عام ہو کر کے لب لباب کی سرخی جلوہ نور شام ہوئی



شرق کے عارض کا غازہ ہر رنگ سے گونجی اور حسن کی تیرے سب سے بھاری دہشتیں اور ہونے  
 ڈوبنے لڑکھانے کا چشموں میں وہ دلکش انعکاس ہو گیا عقل پرستار مجھ پر دینے پاس پاس  
 آسمان کو صبح کی سُرخی نے رنگین کر دیا یا مطلق ہو گئی ہے دہر کی ساری فضا  
 میں گونج رہی ہے چاندنی رات مری روح کا گہوارہ ہے یہ سیر گلشت مجھے خلد کا نظارہ ہے  
 حسن بین مری آنکھیں تو نظر پہ گلچیں بے شبنم گل کا جو قطرہ ہے وہ شیارہ ہے  
 درس توحید کا کثرت میں طلبگار ہوں نہیں زود فتر عالم امکان مجھے سپارہ ہے  
 رشتہ فکر حقیقت میں ہوں اک تاری مجاز زو عجد و معبود کے اسرار بتاتا ہوں میں  
 ”شاعر“ قطرہ شبنم ہے گویا اک کتاب زندگی بڑھ دیکھتا ہے جسکو تو پڑھ پڑھ کے خواب زندگی  
 یہ تمام نظمیں پاس و حرام، درد و اندوہ اور مجبوری و یکسی کی درناک تصویریں ہیں، خصوصاً  
 ”یوہ اور برسات“ ایک بے پناہ چیز ہے، ہر شعر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک الماس کا نشتر ہے  
 جو دل و جگر کے ٹکڑے کٹے دیتا ہے، آخر تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے، لکچرہ مٹھ کو آتا ہے۔ مجھے  
 یقین ہے کہ بہت کم ایسے دل ہوں گے جو اس نظم کو پڑھ کر بیتاب نہ ہو جائیں، ذاتی تجربہ  
 تو یہ ہے کہ جب پڑھتا ہوں جی بھر آتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اشعار نہیں کسی ستم رسیدہ و  
 —: بیکس کی چھین ہیں جو دل کے پار ہوئی جاتی ہیں۔

تمام شد

# فہرست مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۱۹	پرہیز و انہ	۱۶	۳	انتساب	۱
۲۱	نمود و سحر	۱۷	۴	اظہار تشکر	۲
۲۳	شفق شام	۱۸	۵	میرے حالات میرے قلم سے	۳
۲۴	سکوت شام	۱۹	۱۱	تقریظ	۴
۲۶	شفق	۲۰	۱۳	مقدمہ	۵
۲۸	کلی	۲۱	۱۴	منظومات	۶
۲۹	پھول	۲۲	۲	نغمہ وحدت	۷
۳۰	فوارہ	۲۳	۵	مین کون ہوں	۸
۳۱	چاند گرہن	۲۴	۸	شاعر	۹
۳۲	گفتگو	۲۵	۱۰	محبت	۱۰
۳۴	گنگا اشنان	۲۶	۱۲	حسن	۱۱
۳۵	بہیسا	۲۷	۱۳	عشق	۱۲
۳۷	پیوہ	۲۸	۱۴	امید	۱۳
۳۸	ہلالِ عید	۲۹	۱۶	امید	۱۴
۴۰	بہوہ اور برسات	۳۰	۱۷	شیع	۱۵

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۳۱	آنسو	۴۲	۴۶	محکقاتِ عمل	۶۷
۳۲	گرہِ حسن	۴۳	۴۷	غریب کسان	۶۹
۳۳	اضطرابِ انتظار	۴۵	۴۸	آبشار	۷۱
۳۴	ہمارے غم آفرین	۴۶	۴۹	ہدم سے وجود میں	۷۳
۳۵	ارتقا عاشقی	۴۸	۵۰	دینا کبائشی	۷۵
۳۶	بگولہ	۵۰	۵۱	دل -	۷۷
۳۷	عرصہ حیات	۵۱	۵۲	حکیم اجل خان کی یاد	۷۸
۳۸	حقیقت زندگی	۵۲	۵۳	مکہ معظمہ زادہ شرفیہ	۷۹
۳۹	بارش کی حقیقت	۵۳	۵۴	نام سی آرد اس	۸۱
۴۰	خیال بار	۵۵	۵۵	حضرت احسن بسھی کی یاد میں	۸۲
۴۱	یاد احباب	۵۷	۵۶	وصف زبان	۸۳
۴۲	یاد ماضی	۵۹	۵۷	پیام بیداری	۸۴
۴۳	عبداللطیف	۶۱	۵۸	غزلیات	۸۵ تا ۱۳۴
۴۴	فک وطن	۶۳	۵۹	رباعیات	۱۳۵ تا ۱۴۴
۴۵	محو دعا	۶۵			

مِنْهُمْ

# نغمہ وحدت

ہر شے سے تو ظاہر ہے پردہ پوشِ خدا! پھولوں میں رنگ ہے رنگیں ہاتھ سے فطرت  
 حُسنِ سیہ دیا ہو لیلے شب کو تو نے چمکا دیا جمالِ زیباے شب کو تو نے  
 وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

سورج کی طلعتوں میں تیرا جمالِ نہاں روئے قم میں تیرا حُسنِ کمالِ نہاں  
 قدرت ہے تیری ظاہر اشجائے منوے ظاہر ہے حُسنِ عرباں پھولوں کے رنگِ بوے  
 وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

نورِ جمالِ تیرا رنگِ شفق سے پیدا ذکرِ جمیلِ تیرا ہر ورق سے پیدا  
 قدرت کی تیری شاہدِ صحرائے سحر ہیں عظمت پہ تیری نازاں مہتی کی نعمتیں ہیں  
 وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

تو نے صدف کے اندر پیدا کیا گہ کو اور جِ فلک سے اونچا پہونچا دیا بشر کو  
 بلبل کے دل کو تو نے سوز و گداز بخشا کوئل کو درد و دیکرِ انعموں کا ساز و بخشا

وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

گلشن کا ذرہ حرکت پہ تیری شاہد  
صوفی اگر ہے بخود ہے سجدہ ریز عابد  
نہنجوں کی مسکراہٹ دنیا سے راز تیری  
پھولوں کی خود نمائی حیرت طراز تیری

وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

تاروں کی دلکشی میں رنگینی سحر میں  
جنگل کی ہمیت بنیں دادی کے شور و شرم میں  
تیرے نشان میں مضمر اے تاجدار وحدت  
کب تک چھپی ہوئی پرے میں تیری صورت

وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

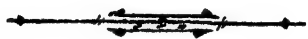
دیو و حرم میں کیا ہے؟ تیرا ہی ایک جلو  
بیکار ہے یہ جھگڑا شیخ اور برہمن کا  
تیری صدا ہے پہناں ناقوس کی فغانیں  
عظمت ہے تیری مضمر آوازہ اذان میں

وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

خاراں کی چوٹیوں پر تو ہی تو جلوہ گر تھا  
دامن میں طور کے بھی تیرا ہی اک شر تھا  
لیلیٰ کے رُخ کو تو نے پُر نور کر دیا تھا  
مجنوں کے دل کو غم سے معمور کر دیا تھا

وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے

اناقب نے تجھ کو اپنے تار یک دل میں پایا      سر کو جھکا کے تیری وحدت کا گیت گایا  
 عرفاں نے تیرے اس کو بچو دہنا دیا ہے      تو کس لئے پھر اپنی صورت چھپا رہا ہے  
 وہ کون ہے جو تجھ کو پہچانتا نہیں ہے



# میں کون ہوں؟

نغمہ حُسن ہو میرے لئے اک پردہ ساز  
 کبھی بلبل کے رُلانے کو ہوں اک لہ غم  
 بزم گیتی مری نظروں میں ہے فانی پیکر  
 میں نفوس بشری میں ہوں طرب کا سماں  
 دہر کے پردہ اجسام میں ہوں سحر طراز  
 روح کا جذبہ ہے میرے لئے گلہ ستہ تراز  
 کاش بلبل نہ بتائے مجھے خنجرِ انداز  
 ہوں زمانے کیلئے عبرتِ پیہم کا سبق  
 مری تقریر نے مغفلت میں خلل ڈالا ہے  
 مری تحنیل نے حکمت کو بدل ڈالا ہے  
 چاندنی رات مری رُوح کا گہوارا ہے  
 دامنِ ناز سے چھین چھین کے جو ہوں جلوہ فزا ہے  
 میری فطرت میں ہو پوشیدہ عجب عالم راز  
 کبھی غنچے کے ہنسانے کو ہوں دلکش طراز  
 منظرِ کون و مکان پر مجھے خلوت گہ راز  
 ورقِ عالم ایجاد پہ ہوں نقش طراز

سیرِ گلگشت مجھے خلد کا نظار ہے  
 اُن شعاعوں کا ذخیرہ دلِ صدا پار ہے  
 چاندنی رات مری رُوح کا گہوارا ہے  
 دامنِ ناز سے چھین چھین کے جو ہوں جلوہ فزا ہے



کرہ ارض پہ ہے شاہد گلشن کی بہار  
حسن میں ہیں مری آنکھیں تو نظر ہو گئیں  
آسمانوں پہ مرا نقش قدم تارا ہے  
دورس توحید کا کثرت میں طلب گار ہو نہیں  
شب نیم گل کا جو قطرہ ہے وہ تیارا ہے  
مری تاریخ نے دونوں کو کیا ہے نام  
دُورِ عالمِ مکاں مجھے سیپا را ہے  
یہ بجاہے کہ سکندر ہے نہ اب دارا ہے

درد کا راز اشاروں سے بتاتا ہوں میں

ندیاں گریہ خونیں کی بہاتا ہوں میں

جگمگاتے ہوئے تاروں کا تبسم کیا ہے  
چھڑوؤں رگِ محبت کا تو بھر کاؤں لگ  
خوش مقامی ہو تو غنچوں کا تکلم کیا ہے  
شوق کے رنگ میں ڈوبی ہو روانی میری  
پیش گل باغ میں بلبل کا ترنم کیا ہے  
اکے گے گہرا فشاںی مستم کیا ہے  
لمحہ خواب ہے ہستی کا تو ہم کیا ہے  
اک تماشا ہے تخر ہے تماشاے حیات  
عدل کیا چیز ہے اور شانِ رحم کیا ہے  
غور سے دیکھ تو آئینِ قلم دے جہاں  
محفلِ دہر میں شہیاد کا تقدیم کیا ہے  
مری ہستی کے ہولے سے ہے آغازِ ازل  
ناطقہ انجمنِ آراے تکلم کیا ہے  
خامشی میری دکھاتی ہے بیاں کے جوہر

جلوہ نورِ سخن سے مری دنیا روشن خندہ صبح کا یہ رنگ تبسم کیا ہے

مری تشبیہ میں جذبات کی آرائش ہے

استعاروں میں نئے رنگ کی زیبائش ہے

مرے نغمے ہیں جدا باغ میں یکتا ہونہیں ہمصفیروں کیلئے ایک تماشا ہونہیں

تجزیہ میرے تخیل کا حریفوں کو محال یعنی دانندہ ماہیتِ اشیا ، ہونہیں

ہم سخن کیا ہیں جہاں پر نہ ہوا کا ہو گزر پھول اُس گلشنِ اسرار سے چلتا ہونہیں

رشتہ فکرِ حقیقت میں ہوں اک تارِ مجاز عبد و معبود کے اسرار بتاتا ہونہیں

شمیع وحدت کی ہے تفسیر کلامِ روشن غیر محمد و نجلی کا کرشمہ ہونہیں

خود تبادلی مجھے بزمِ سخن میں تمیز خود تبادلی کی مجھے بزمِ سخن میں تمیز

میں وہ ہوں زخمِ زباں ، مٹ کے لہرِ تپاں دلِ شمع میں تپکتا ہوا چھٹا ہونہیں

موٹنگانی مری کیوں خار نہ گزرے لگو چشمِ بدبینِ حسوداں میں کھٹکتا ہونہیں

نیر و غالب ہے حاصلِ مجھِ فیضِ روحی الغرض رہبرِ اردو سے معلما ہونہیں

مطمئن ہوں کہ ملاحسنِ خیال اچھا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اندازِ مقال اچھا ہے

# شاعر

ساری دنیا سو رہی ہے اور توبیدار ہے  
 لے رہا ہے ذرے ذرے سے تو عمر کل سبق  
 تیری نظریں کھیتی ہیں انتہا آغاز میں،  
 ظاہری رنج و الم سے دل ترا بیگانہ ہے  
 مضطرب ہوتی ہے تیری روح لہریں کھل کر  
 تو کبھی کرتا ہے تاروں سے خطاب پر لال  
 تو کھل کر چولوں کو روتا ہے کبھی تو زار زار  
 قطرہ شبنم ہیں گویا، اک کتاب زندگی  
 تو ہے عکاس ازل، فطرت میں تیری دریا  
 تو خزاں میں دیکھتا ہے موسم گل کی بہار  
 تو نے فطرت کے سبق کو پھر سے دہرایا یہاں

دور ہے راحت سے اور لذت کش آزار ہے  
 یعنی ہر ہر گام پر ہوتا ہے سینہ تیرا شوق  
 محو ہو جاتا ہے جب تو انکشافِ راز میں  
 انکشافِ رازِ نیروانی کا تو دیوانہ ہے  
 تو سمجھتا ہے انہیں سے کیا ہے انجامِ شہر  
 کس قدر وسعت نما ہے تیری دنیا و خیال  
 وجد میں کرتا ہے اپنا ہی گریباں تار تار  
 دیکھتا ہے جسکو تو پڑھ پڑھ کے خوابِ زندگی  
 گو بظاہر خوش ہے لیکن لب پر آہ سر ہے  
 ثبت کرتا ہے در و دیوار پر نقش و نگار  
 آشکا لا کر دے جو راز تھے اب تک سنناں

تیرا دل گنجینہ انوار سے معمور ہے      تیری نظر نہیں ہر اک ذرہ سراپا طوطے ہے  
 فطرتِ خوابیدہ کو بیدار کر دیتا ہے تو      زندگی سے عیش کی بیزار کر دیتا ہے تو  
 مست ہو جاتا ہے تو ابرسیہ کو دیکھ کر      چشمکوں سے برق کی لیتا ہے تو کیا اثر  
 تو بناتا ہے کبھی اسطرح کے نقش و نگار      جن سے ہو جاتی ہے فطرت کی تجلی آشکار  
 اے کہ تیری ذات سے ہو رونقِ نغمِ جہاں      لے کہ مہستی ہے تری سرمایہ دارِ گن نکال  
 اے کہ تو ہی تختہ استہ مردہ قوموں کو حیات      لے کہ تیری ذات سے قائم ہو نظم کائنات  
 لے کہ تیری ذات ہے سرمایہ دارِ پنج و غم      اے کہ تو نے کر دے رازِ حقیقتِ مہر مہر  
 لے کہ تیری ذات سے ہے رونقِ نغمِ شہود      لے کہ تیرے رنگِ ہر شے میں ہے رنگِ نود  
 تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا یہ جہانِ رنگِ بو      تو نہ ہوتا تو نہ ہوتی حسن کی کچھ آبرو

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتے منکشفِ رازِ حیات

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا نقشِ فانی کو ثبات

# محبت

اے کشورِ دل، رُوحِ روان، جانِ تمنا      جلوہ ہے ترا دیدِ خوننا بہ فشا نہیں  
 بہرِ داغِ مصیبتِ چراغِ شبِ کمال      ہر زخم ہے گلِ رستہ، نو بزمِ جہاں میں  
 تو نور کی دنیا میں ہے ستارہ روشن      تو حسن و جوانی کی نمائش میں ہے رنگیں  
 تو ہے حکماء کے لئے گنجینہ تحقیق      تو ہے شعراء کے لئے گلزارِ مضامین  
 وہ ساز جو ہے مطربِ گلشن کی نوا میں      وہ راگ جو غنچوں کیلئے خوشخبری ہے  
 اچھڑا ہے اسی کو نئے انداز سے تو نے      وہ زمزمہ جو شعلہ آواز پری ہے  
 طوطی کیلئے جو ہر آئینہ میں ذرے      بلبل کیلئے نغمہ بھی الہام ہے تیرا  
 پروانہ جاں سوختہ پر شمعِ ہر گریاں      بہتر کہیں آغاز سے انجام ہے تیرا  
 تو وہ ہے کہ قوامِ ہر اک جان و قالب      تو وہ ہے کہ آزادی مشرق کا ہر پیغام  
 تو وہ ہے کہ ہے رُوحِ تمدن کا مرتع      تو وہی ہے ترقی کی ستائش کا بھلی انعام  
 بجلی کی طرح تجھ سے رواں خونِ گوشتیں      تو نے دلِ خوابیدہ کو بیدار کیا ہے

قربانی ملت کے سبق و روزِ بیاں ہیں اعدا کے مقابل ہمیں تیار کیا ہے  
 اُس راہ میں تابش نہ ہو ترے نقشِ قدم کی لغزش ہو جہاں عقل کو ہو فلسفہ حیل  
 پار سینہ روایات نئے سر سے ہوں زندہ ہو سعیِ عمل گر مری ہنگامہٴ انساں  
 ہر نئے متحرک ہے بقا ہے تری سببی کا شانہ وہ روشن ہے جہاں شاہِ موصی  
 مٹ کر بھی تیسرے آنہیں لذتِ جاوید پابندِ غلامی نہیں آزاد ہیں روحیں

# حُسن

حُسن کی گہرائیوں میں غرق ہو یہ کائنات  
 بنگیا ہے دہریس جذبات کا آئینہ یہ  
 آتشباروں میں اسی نے بھردیا جوش نشاط  
 طائر وں کی فتنہ سنجی میں اُسی کا راز ہے  
 سبزہ نازوں میں اُسی نے پھونک دی وحِ حیات  
 برق نگر جلوہ گر ہوتا ہے یہ افلاک پر  
 کیسے بھی بنجاتا ہے پھولوں میں جا کر تازگی  
 یعنی ہر شے کو رہی ہے حُسن سے کسبِ حیات  
 رُوح کی تسکین ہے اور عشق کا گنجینہ یہ  
 محفل ہستی کو حاصل ہے اسی سے انبساط  
 اُسکے فیضِ جذبے خالی نہیں ہے کوئی شے  
 اور اسی نے ملیت و مہرب کو بخشا ہوا ہے  
 نور نگر یہ برستا ہے دلِ غمناک پر  
 اور پروانوں کو دیتا ہے فریٹِ ندگی

یہ دل شاقب میں گر بنگیا آزارِ عشق  
 اس نے ہستی کی فضا کو کر دیا شاعرِ عشق

# عشق

بھرو یاے عشق تو نے دلیں جوشِ انبساط  
 کر دیا آزاد کیا فکرِ فردا سے مجھے  
 مست تر ہے تیرے غم میں زندگی میرے لئے  
 اے جنوںِ عشق تو ہی ہے حقیقتِ کائنات  
 عشق ہی تھا کوہِ خاراں پر ہوا جو جلوہ گر  
 عشق ہی ہے نطق میں جو بنگیا حُسنِ بیاں  
 عشق ہی سے سازِ ہستی میں ہیں نعماتِ حیات  
 عشق ہی ہے بلبلوں کے نغمہ جاسوزِ بیاں  
 عشق ہی تھا جس نے شیریں کو کیا برباد  
 عشق ہی سے چاند کا دل ہو گیا چو انداز  
 عشق ہی نے رُوحِ شاقب کو دیا سوزِ گداز  
 بنگیا حسنِ ترقی میرا رنگِ انحطاط  
 اب نہ دنیا سے نہ مطلبِ ہلِ نیا سے مجھے  
 مشکلیں تیری ہیں سب جو خوشی میرے لئے  
 تو نے ظاہر کر دیئے مذہب کے اسرارِ نہاں  
 ہو نہیں سکتا جہاں تک چشمِ بنیا کا گزر  
 عشق ہی ہے بزمِ ہستی کیلئے رُوحِ رواں  
 عشق ہی ہے جس سے قائم ہے نظمِ کائنات  
 عشق ہی ہے قمرِ پیکے نالہ دلِ فزیز  
 عشق ہی محبوب کے دلیں بنگیا رنجِ دلال  
 عشق ہی نے کر دیا فرہاد کا سینہ فگار  
 عشق ہی نے کر دیا دنیا سے اسکو بے نیاز



# امید

لب مضطر نے نوید جانفزا غم کی راتوں میں سناتی ہے تو نغمے دن نواز  
 ہے آ کر یاس کا رنگ جمود تو گھٹا دیتی ہے بیتابی کی شہنائے دراز  
 سانس سے پیدا ہے سامانِ نشاط تیرے نغموں نے دیا ناقب کو پیغامِ عمل  
 سے عیاں ہے وحلی اک تازگی تیرے سازِ نطق میں پنہاں ہے الہامِ عمل  
 کے لئے سرمایہ صبر و سکون تو سلا دیتی ہے اُسکو سبکی کی رات میں  
 کو دیتی ہے اک تازہ حیات کون سا جلوہ ہے لائے امید تیری فائز میں  
 منزلِ غربت میں جو دماندہاں یاس نے جکے دلوں کو کر دیا ہے پاش پاش  
 امید ہے تنہا جو انکی ہر فریق کہہ ہی ہے تم بڑا و حوصلوں کو اپنے کش  
 ق کو اگر دیتی ہے درس سکون تجھ سے گھٹ جاتی ہیں شامِ ہجر کی بیتابیاں  
 ش میں ہو تا شیرِ انفاس لطیف عینِ راحت تجھ سے اکثر ہو گئیں بیوایاں  
 باقی ہے بیمارِ غم کی زندگی کہینچ دیتی ہے نظر کے سامنے تصویرِ شیش

تو شکستہ دل کو دیتی ہے تسلی خوشگوار  
تو تباہ دیتی ہے مفلس کو بھی تدبیر عیش

---

# امید

وہ بچہ راج دلا رہا ہے جواں کی آنکھ کا مارا  
 وہ گرویں پہل کر رہتا ہے، یا اک سانچے میں ڈھلتا ہے  
 ہے باپ کا دل اس پر صدقہ جان سے ماں سپاری  
 اُمید ہے یہ گھر والو کو جب دم یہ جواں ہو جائے گا  
 وہ بکس قابلِ عبرت ہے جو رنج اٹھا غربت میں  
 رفتا رہتا ہے اسکی اُمید سے شکس پائے گا،  
 اگر وہ نہ ہوں بھولے بھٹکے امید شعاع ماہ ہے  
 اُمید سے ہیں زندہ اراں اُمید کو دنیا قائم ہے  
 قدرت نے اسکو کہا رہے فطرت نے اسکو سنا ہے  
 کس پیار سے مانگو کتنا ہے جب گھٹنوں کے بل چلتا ہے  
 رہ رہ کے آس لگاتے ہیں کب تکب کی ہتھیلی  
 کہنے میں عزت پائے گا ہر گڑھی کو یہ بنائے گا  
 ہو چھچھے قافلے والوں سے اور بھٹکے راہ صیبت میں  
 وہ شام کے ہوتے منزل پر گر پڑے پہنچ ہی جا گیا  
 ہمت سے کاٹا پھول بنے ہر ذرہ چرخ راہ  
 اُمید کی رنگارنگی سے گلشن کا سراپا قائم ہے

اُمید ہے ایسی پھلوار جی جس میں نہ گزر ہو ضرر کا  
 اُمید ہے اکل سیادریا جس میں ہے خزانہ گوہر کا

# شمع

ضبط پر قدرت ہے تجھ کو یہ کہ تو خاموش ہے  
 تیرے سینے میں اگر چہ باغ و غم کا جوش ہے  
 تیرے اشکوں سے ہے ظاہر بیخ بتابی کا حال  
 تیری دہیمی روشنی میں ہے نہاں الفت کا راز  
 تیرا جلنا دس ہے اہل بصیرت کے لئے  
 صبر کی محفل میں اک تو ہی ہے لذتِ شنا  
 تو نہ ہوتی تو نہ ہوتی بزمِ عشرت میں ضیا  
 تیری ہی منون ہیں شاہ و گدائی محفلیں  
 تو نہ ہوتی تو نہ ہوتی خانہ عشرت میں موم  
 بیکیوں کی قبر پر روتی ہے رات کو تو ہی  
 سچ بتاے شمع کہ جس کے ہجر میں روتی ہے تو  
 کیا تجھے بھی ہے کسی کی کم نگاہی کا گلا  
 تیرے سینے میں اگر چہ باغ و غم کا جوش ہے  
 بزم میں جلنا ہی تیری زندگی کا ہڈا ہے  
 تیری ہر ہر سانس ہے افسانہ سو و گداز  
 شمع تو شمعِ ہدایت ہے محبت کے لئے  
 ضبطِ رازِ عشق میں ہو جاتی ہے خودِ فنا  
 تو نہ ہوتی تو نہ ہوتا منکشفِ رازِ فنا  
 ہیں تجھی سے پُر ضیا شامِ لم کی مندریں  
 تیرے ہی دم سے تو ہے کاشانہ غربتِ مومن  
 آنے والا جنکی قبروں پر نہیں ہے کوئی بھی  
 کس کے غم میں آنسوؤں سے اپنا منہ دھوتی ہے تو  
 کیا تری ہستی بھی ہو یا سونم میں مبتلا

ضبط کرتی ہے جسے تو کون ساوہ راز ہے  
کس طلسم راز کی اے شمع تو دمساز ہے

---

## پروانہ

آہ اے عشقِ محبم تو سراپا سوز ہے  
 تیری ہر جنبش میں ہے اک از سرستہ نہاں  
 روح میں تیری تڑپ کے دلیں سے ذوقِ فنا  
 خازنِ عشق میں اک رہو کامل ہے تو  
 اہل دنیا کیلئے ہستی تری اک درس ہو  
 موت ہی کو تو سمجھتا ہے حیاتِ جاواں  
 خود بخود بیتاب ہو جاتا ہے شعلہ دیکھ کر  
 دیکھتے ہی شمع کو ہو جاتا ہے تو بقرار  
 جل کے مرجاتا ہے تو ادا آہ تک کرتا نہیں  
 کیا تری ہستی مرکب ہے گدازِ عشق سے  
 سچ بتا کس نے دیا ہے تجھ کو یہ درسِ فنا  
 تیری آہ نار سا بھی کس قدر دلدوز ہے  
 تیری ہر حرکت سے ہوا کج نشی پیاں عیاں  
 یعنی مرجانا ترے مذہب میں ہے اصل بقا  
 اپنی منزل کے سوا ہر چیز سے غافل ہے تو  
 سوز سے خالی نہیں ہوتی ہے تیری کولی لے  
 کفر ہے تیرے لئے بے فائدہ آہ و فغاں  
 خود جلا لیتا ہے اپنے ہاتھ سے قلبِ جگر  
 گھوٹنے لگتا ہے اُسکے گرد تو پروانہ دار  
 یعنی اپنے دلی تاویلیں بھی تو سنتا نہیں  
 دل ترا مغمور ہے کیا سوز و سازِ عشق سے  
 ہیچ ہے نظر و نہیں تیری کسلئے تیری بقا

آ، مرے دل میں کہ یہ بھی جلوه نثارِ عشق ہے  
 اس کی ہر دھڑکن بھی اک سرمایہ دارِ عشق ہے  
 ہاں مگر دل میں ترے اک انتہائی درد ہے  
 شعلہ مضطر مجسم تیری آہ سرد ہے  
 دل ترا بیگانہ ہے اندیشہائے مرگ سے  
 کھیل جانا جان پراک کھیل ہے تیرے لئے

کاش مل جائے مرے دلوں ترا سوز و گداز  
 ادویوںِ نجاؤں میں بھی محرمِ راز و نیاز

---

# منو و سحر

اے منو و صبح لے رنگینی و وحیات  
 تو نے آکر بھردیا پھولوں میں حُسنِ تازگی  
 تو نے ہر ذرے کو رشک مہرِ تاباں کر دیا  
 منتشر ہے سارے عالم میں ہوائے شکر بار  
 لے منو و صبح تجھ سے ہے بہارِ کائنات  
 وہ ستاروں کا تبسم اور وہ حُسنِ انتشار  
 وہ طیور صبح خوانکی زمزمہ پردازیاں  
 چاندنی میں جھومنا سبزے کا وہ متانہ دار  
 وہ ہوائے سرد، وہ جنگل، وہ رنگینی تیری  
 ڈوبتے تار و کاچہ شبنمیں وہ دلکش انوکھاس  
 آسماں کو صبح کی سُرخ نے رنگیں کر دیا  
 تیری لطف انگیز بوہنِ غرق ہے یہ کائنات  
 تو نے ہر غنچے میں اک روح تبسم چھونکدی  
 یعنی حُسنِ شاہدِ فطرت کو عریاں کر دیا  
 صرف گلشن ہی نہیں آئینہ ہی ہر کوہِ سار  
 حُسنِ فطرت کو ہے تیری جہہ سے حاصل ثبات  
 وہ نسیم صبح کا تم تم کے چلنا بار بار  
 سبزہ خوابیدہ کی وہ بار بار انگڑائیاں  
 کیف پرور کس قدر ہیں یہ ادا ہائے بہار  
 کوہساروں کی ہوا ہے برف میں ڈوبی ہوئی  
 گویا مغل پرستارے جڑ دے ہیں پاس پاس  
 یا مطلقاً ہو گئی ہے دہر کی ساری فضا



اوہ ترخم رینر نغمے وہ وفور بخودی اور وہ طاری ہر اک دل پر سرور بخودی

ایک ترانہ بنگئی ہے باغ کی ساری فضا

طاسروں کی نغمہ پیرائی ہے کیسی دلربا

# شفقِ شام

چرخِ پدہ کو ندی بجلی سحیٰ حسن کی رونقِ عالم ہوئی  
 شرق کے عارض کا غار ہے نگہ خائے لگے دُش بھی  
 تیغ کے گھاٹ اُتری ہو دُنیا دیکھ کے شوخی چو تنگی  
 مغرب سے اٹھی تار کی ہوش اُڑائے وادی کے  
 دل کا پئے شیر دنگی گرج سے جھاڑی میں پھر سو ہوا  
 تیرے غضب آلودہ رخ نے آفت ڈھائی سوچ پر  
 کس کے لبِ نگیں کی سرخی جلوہ فروزِ شام ہوئی  
 حسن کی تیرے سب گل کاری نے ہر شیشِ بام ہوئی  
 عُنابی ہونٹوں کی سرخی مفت میں کیوں بنام ہوئی  
 چھٹکے ہوئے تارونکے لگے مشعلِ مہرِ تمام ہوئی  
 روزِ قیامت کی پیدا دنیا میں گویا شام ہوئی  
 حیرے ہوٹو نکی اک جنبشِ خفت کا پیغام ہوئی

شوخ ادائیں اہلِ نظر کو درسِ عبرت دیتی ہیں  
 آنکھ چھپکے ہستی دُنیا دم کے دم میں تمام ہوئی

# سُکوتِ شام

اے سُکوتِ شام تو ہے پردہ حسنِ شہود  
 تو ہے مشاطہ بزرگِ زلفِ قدرتِ شگبار  
 موجِ اکِ ظلمت کی ہودیے مغرب کے رواں  
 اس طرح چلتی ہے تھم تھم کر پہاڑوں کی ہوا  
 دلِ غم ہے لالہ کے دل پر پایہ بھونکا اسکے پاس  
 نہر ہے اسکے لبوں پر حال ہے غنجوں کا قافل  
 ہے سمندر چپ کر نعمہ سنج ہو سکتا نہیں  
 حسرتیں لیلی و دشوں کی پردہ محمل میں ہیں  
 ہے نگاہ شوق کو بامِ شفق کی جستجو  
 شمع لیکر ذرہ صحرا ہے بزمِ راز میں  
 تیرگیِ چرخ کا رخ ہے زمانے کی طوفان

تیرمی مہمی و دشنی میں ہے ادا اسی کی نمود  
 سانپے پن سے بنی ہیں گھاٹیاں تارِ یک تار  
 اُٹھ گیا ہے وادیوں سے دھوپ کا بارگراں  
 کان سن سکتے نہیں صحرائیں آہٹ کی صدا  
 یا سمن ہے درد کے عالم میں ہم پہلو کیاس  
 آبشار و نہیں ہوٹپ ٹپ کی صدا کیا مجال  
 چشمِ غم سے عہدِ رفتہ کو وہ رو سکتا نہیں  
 گرد آلودہ ہزاروں قافلے منزل میں ہیں  
 آسمان کا جام ہے لبریزِ خونِ آرزو  
 روزِ روشن کا گزر رہے خواہ گناہ میں  
 اڑکے ہوئے ہیں پرندے آشیانے کی طوفان

دہروالوں کو طلسمِ دلربائی ہے سکوت      کعبہ میں دو درِ چراغِ رہنمائی ہے سکوت  
 ہے وہ سناٹا کہ دورِ جامِ غفلت کی جیت      عالمِ خاموش کا منظر ہے ساری کائنات  
 ہو تغیر اور گردش ہے یہ قدرت کا نظام  
 دن کا نظارہ ہو رخصت ہو گواہِ غمِ شام



# شفق

تجھ میں وہ شوخی ہو جو خونِ شہیدان میں نہیں  
 عقلِ انسانی ہے جسکو دیکھ کر حیرت سے ذنگ  
 مست اُن کو کر دیا اپنی شرابِ سرخ سے  
 تیری یہ شوخی ہے یا اک موجدِ بیتا ہے  
 اے شفق اگر تری ہو کس کے نور سے تو قیاس  
 ایک جیمی روشنی ہے ہر درو دیوار پر  
 شورشِ ہستی ترے دامن میں آ کر سو گئی  
 دلنشین تجھ کو تبادوں یا کوئی ہستی کا خواب  
 سرخِ آنچل جس کا اڑتا ہے فضا میں بار بار  
 یا کہ نقشِ اولیں ہے حُسنِ بے پردا کا تو  
 تیری تہ میں غرق ہے موجِ شبابِ زندگی

اے شفق اے زیورِ آرائشِ خجِ برین  
 تیری ہر ہر موج میں ہے لالہِ احمر کا رنگ  
 تو نے کھولا سیکرہ اہلِ فلک کی واسطے  
 تیرا یہ رنگین منظر اک طلسمِ خواب ہے  
 سچ تبادے کون ہے جس کا ہے تجھ میں کس  
 ہے کسی شاعر کا خونِ دل ترے خسار پر  
 دہر کی ہر شے ترے پر تو سے رنگیں ہو گئی  
 جی میں آتا ہو کہ میں کہوں تجھے شباب  
 یا کہ دوشیزہ ہے اک مستِ حُسنِ بہار  
 یا تبسم ہے کسی کے چہرہ زیبا کا تو  
 تیری سرخی میں نال ہو کچھ شرابِ زندگی

کاش تو شاقب کو بھی اپنا نالے رازدار  
جستجوئے راز میں مدت سے ہے وہ بقرار

---

# ”کلی“

جلوہ صد نشاط ہے دائرہ فضاے شب  
 رنگِ سکوت خاموشی غازہ نو بہار ہے  
 چاند کی ہے مجال کیا پردہ منہ مٹھاسکے  
 زیرِ نقاب ہل بھی تیری شگوفہ کاریاں  
 لمحہ پُرسکوں میں ہے دور تری حیات کا  
 صبح کا راگ کیا سنا نیند اُچٹ کے رہ گئی  
 مرغِ سحر کی لوریاں، باہیں گوش کیلئے  
 شاخ کی سبز تپان تیری بلا میں چلیں  
 دیدہ پر سحاب پر صدقے ہے پاکدامنی  
 عطر عروس میں بس نوز کی جلوہ ریزیاں  
 عرصہ گشتِ فکلی زندہ کن بہار ہے

خندہ زنی کی ہے تلاش تج کو پس دے شب  
 دیدہ نیم خواب کو صبح کا انتظار ہے  
 برگ پہ ہو کرن کرن پھر بھی نہ جھکوپاسکے  
 لوٹ رہی ہیں زیرِ شاخ برق کی شعلہ باریاں  
 کہتے ہیں جس کو نکھڑی پر وہ ہے کائنات کا  
 برگِ سٹ کے رہ گئے شرم لپٹ کے رہ گئی  
 بادِ صبا کی بیخودی، قہر ہے جوش کیلئے  
 کہلیں پھوٹ پھوٹ کر جھکود عائن چلیں  
 چھو نہ سکی ترا بدن صبح ازل کی روشنی  
 آبِ گہر ہے اوس میں یا ہے پشرا ب رخواں  
 کیا تری مٹھیں نہیں بندِ صحتِ خوشگوار ہے

# پُھول

اسے گلِ تازہ نو بہا بر ازل      دہر میں تو ہے یاد گارِ ازل  
 تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر      جان و دل سے خدا ہیں شمس و قمر  
 تیری تہ میں شراب کی ہے موج      تاجِ خاود سے بڑھکے تیرا اوج  
 غم نصیبوں کے دل کا داغ ہے تو      دادیوں کیلئے چراغ ہے تو  
 ہے زمانے کو آرزو تیری      کرۂ باد میں ہے بو تیری  
 فلسفی خوش ہیں رنگت تیرے      جانچتے ہیں ہر ایک پہلو سے

رنگ ہے خوشنما نگا ہوں میں  
 تیری شہرت ہے جلوہ گاہوں میں



## قوارہ

آہِ قوارے ترے دل میں ہے کتنا اضطراب  
 ہر گھڑی ہے زندگی تیری رہیں انقلاب  
 کس قدر ہے دل میں تیرے التہاب و انشفاق  
 کیا تجھے بھی ہو کسی سے شکوہ رنجِ فراق  
 ہے تری ہستی بھی کیا اندوہ کی سرمایہ دار  
 کیا ترادل بھی و فورِ رنج سے ہے بقرار  
 کیا تجھے بھی انتظارِ آمدِ محبوب ہے  
 کیوں پریشاں اس قدر ہے کیا تجھے مطلوب ہے  
 اُن ترے موتی سے آنسو جا رہے ہیں انگال  
 ہاں مگر تجکو محبت میں خیال اسکا کہاں  
 ہاں مگر نہیاں ہے ان اشکونیں اک زحیات  
 دے رہا ہے قریب کے پودوں کو تو اپنے ثبات

کاش لیتے تجھ سے یہ انسان بھی درسِ عمل  
 پھر دماغوں میں نہ رہتا اس قدر اکنے خلل

# چاند گرہن

اے ماہِ زریں سیرین اے خلوتِ شب کی دھن  
 وہ کیا ہوئی تیری پہن گنے کے بدلے ہے گن  
 تو پیکرِ انوار تھا آئینہ خسار تھا  
 عکسِ جمالِ یار تھا قدرت کا تو اسرار تھا  
 اے زینتِ بزمِ فلک تھی بتاں تیری ہلک  
 قربان تھی چشمِ ملک جھپکی نہ عورت کی ہلک  
 اے دلربا نازِ آفرین بان او عروسِ گیس  
 کیا لٹ گئی زینتِ کس خالی پہ افشائے جبین  
 مرغِ چمن ناشاد ہے ہر گلکہہ برباد ہے  
 وادی کو تیری یاد ہے جیسے ہیں اوزِ فریاد ہے  
 غائب ہے چھپکی چاندنی تارِ یوں ہر شکِ لہنی  
 ظلمت کدہ ہے کشیاں بلبُل ہے مصروفِ خیال  
 پھیلا ہے سنبھل کا دھول ہے بندِ سون کی زباں  
 کیوں تجھ پر حشرِ جہاں کیسے آنٹ ٹھالی ہے  
 رنگِ ستم آرائی ہے گویا قیامت آئی ہے  
 گہنا کے چہرہ زرد ہے غازہ کہاں ہے گرد ہے  
 سب کے دل و نین درد ہے ہونٹوں پہ آہِ سر ہے  
 طائرِ تڑپ کر شاخ سے گرتے ہیں تیری مایں  
 سرمایہٴ دو دقفس ہے نالہ و فریاد میں  
 خاموش ہے بھار کی لے محفل میں ساقی ہونے  
 غمناک ہے ہر لک شے رنگِ طرب پر کوں ہے  
 ڈالی ہے بیچ و تابنے گونگا کے ماتھے پر شکن

گم ہے وہ ٹھنڈی روشنی یہ تجھ پہ کیسی آہنی اسرار سے خالی نہیں اے چاند تیرا گہرا  
 فطرت میں روشن تھی جو شے وہ جاڑہ شکیں میں ہے  
 کانپ اٹھتی ہے شاخِ چمن لرزش گلِ نگین میں ہے

---

## گنگا

اسے بہار گنگا ہے بھارت نواز  
 تیرے آئینے میں ہے عکس فلک  
 تیرے سینے میں ہیں گوہر ہائے راز  
 راگ کے پردے میں ہے شانِ حجاب  
 تیری ہستی پر ہے اک عالم کو ناز  
 قطرے قطرے میں مست کی جھلک  
 راگ پانی کا ہے کتنا دل گداز  
 تیری موجوں سے جھلکتا ہے شب  
 تازہ داغِ دل ہوں گویا دلیکے پاس  
 حسن و خوبی کا مرقع ہے بہار  
 لہلہاتی کھیتیاں شاداب ہیں  
 تازگی کیسی ترے نغمے میں ہے  
 ہے پری زادوں کا جگھٹ اور تو  
 تیری بیشیانی سے ظاہر ہے حلال  
 غیرت مزدوس ہے تیری فضا  
 تو خوشی میں ساتھ ہے عمر کی شریک  
 کوہ و صحرا شاد ہیں سیراب ہیں  
 تو رواں راتوں کے نکلنے میں ہے  
 ناز میں کرتے ہیں تیری آرزو  
 خوش خرامونکی ہے کب یہ چالِ حلال  
 اے فضا گنگا لے نازک ادا  
 تو ہے اہل ہند کے دم کی شریک

# گنگا اشنان

اے بہارِ گنگا اے سرمایہ پاکیزگی!! تیری ہستی تشنہ کاموں کیلئے میخانہ ہے

درس آموز فنا ہے قطرہ قطرہ آب کا یا جبابوں کی زباں پر لغزہ مستانہ ہے

تیرے پہلو میں ہے اک دشنیو حسن و جمال جسکی تصویر جوانی اک سراپا نور ہے

موج کی انکھیلیوں سے چھٹیر کرتی ہو وہ آنکھ جوانی سے کیف آگیاں ہے نشے میں چڑ ہے

حالِ بیدار کا بہتا ہے دل لہروں کے ساتھ معرفت کا ذوق پاتا ہے کنول کے پھول میں

بہر کلی کی تہ میں سامانِ لطافت کھیکر انجذابِ برج گویا ہے کنول کے پھول میں

ایکوں نہ ہو ذوقِ روانی میں تلاشِ حق میں آب کی طہریں ہو جاتے ہیں پوشیدہ گناہ

نور کا پیکر بنا دینگی لکیریں موج کی داغِ ظلمت کو مٹا دیگی یہ آبی جلوہ گاہ

عنقریب ہے کہل میں روشنی پیدا نہ ہو بلبلے پانی کے ہیں انسانیں وحدت کی شمع

ساد ہوؤں کے واسطے آپدیش ہو جو کمالاگ باطن میں لیکر کھڑے ہیں دیوتا جنت کی شمع

جبری موج مضطرب اور لب پر جوش ہے یعنی بیتابی میں اس کا مدعا طلبائے گنگا

حلقہ گرد آب میں نقشِ حقیقت دکھیکر غنچہ گل کی طرح دل کا کنول کھلیا گنگا

## پہپہا

اک ستر معرفت ہے آواز پئی کہاں کی  
 گونہ الم ہے ہمدم ہے مرغِ جاں کی  
 ننہا سایہ پہپہا کیوں مرد آشنا ہے  
 کیا رنگِ معرفت میں ڈوبی ہوئی صد ہے  
 آزادی جہان کا نغمہ ہے پئی کہاں میں  
 بیداری ازل کا جلوہ ہوئی کہاں میں  
 پھولوں کی شوخ رنگت ہوئی کہاں پھرتی  
 سبزے کی یہ لطافت ہوئی کہاں پھرتی  
 قدرت کا لاڈ لا ہے کہنے کو جانور ہے  
 سرکہ رہے ہیں اسکے یہ نغمہ بشر ہے  
 کیوں ہیں لبوں پہ نالے کس کی جفا ہے  
 کیوں سکے دل کی راحت مٹی میں مل رہی ہے  
 اٹھتی ہے ہوکل میں اس پئی کہاں کو سنکر  
 بھڑکی ہے آگ دلیں آہ و فغاں کو سنکر

مطلب ہے پئی کہاں کا پئی میرے پاس آ جا  
 تجھ میں سما گیا میں اب مجھ میں تو سما جا

## بیوہ

اپڑا اثر ہے یہ تسلیم آب و گل  
 گردِ حسرت سے لٹے ہیں خط و خال  
 اب کہاں وہ اور گھڑیاں عیش کی  
 ہے لبِ حسرت پہ نالہ دل خراش  
 روحِ زخمی، دل ہے پامالِ ستم  
 یاس سے کیفیتِ غم ہے عیاں  
 دل سے لب تک پے پے آتی ہے آہ  
 مرنے والے سے ہے بدتر حالِ زار  
 رنج سے بیتاب اُسکی جان ہے  
 آہ وہ شوہر جو تھا گلِ پیرِ بہن  
 غور سے سنِ عالمِ الفت کا راز  
 اک پری دشن ناز میں ہے مضحل  
 غمزہ چہرے سے ظاہر ہے ملال  
 ایک دیرِ انہ ہے اُسکی زندگی،  
 سامنے آنکھوں کے ہے شوہر کی لاش  
 چشمِ پرِ غم سے ہیں جاری اشکِ غم  
 ہر سرِ شکِ چشم ہے اک داستان  
 تیر نکر دل میں چمک جاتی ہے آہ  
 سینے میں دم گھٹ رہا ہے بار بار  
 کیا کرے اس فکر میں حیران ہے  
 نذرِ آتش ہے اُسی کا تن بدن  
 اے جوانِ دلربا اے پاکباز

رازِ الفت سے نہ تو بریگا نہ ہو شمع پر غش صورت پر وانہ ہو

کوچہ الفت میں ہے مرنے کا شوق

ہے ازل سے سوختہ جانی کا ذوق





# ہلالِ عید

(ایک بیوہ کی نظر میں)

اے ہلالِ عید کیوں صورتِ تری غمناک ہے؟  
 تیرے آنے میں ہوا کرتی تھی پہلے اک خوشی  
 چہرہ زیبا ہے تیرا جانتاں میرے لئے  
 آہ یہ ٹھندی ہو ایں کس قدر میں غم فزا  
 تو ہے خوابِ ان سرت اور میں مغموم ہوں  
 یاد ہیں مجھ کو ابھی تک اپنی شہنائے نشاط  
 خواب سی معلوم ہوتی ہیں وہ اب باتیں مجھے  
 ہائے کیا دن تھے کہ جب تھیں آرزوئیں کا مینا  
 تھا کبھی میرے لئے بھی وہ عروسانہ سہاگ  
 ہاں مگر اے موت تو نے نگہ کو دیں کر دیا  
 کس لئے زردی ہے رخِ پرگیوں گریبا چاک تیرا  
 اب کی کیا دیکھا ہو تجھ کو مضطرب ہے زندگی  
 قمری نوکینِ ننگیں نوکِ سناں میرے لئے  
 محشر غم کر دیا جس نے مرے دل میں بپا  
 تجھ کو حاصل ارتقا ہے اور میں مظلوم ہوں  
 کوٹ کر قاتل نے جن میں بھردیا تہا نہ با  
 کیا میسر نہ ہوئی آہ وہ راتیں مجھے  
 تھا کبھی آباد بھی میرا دل خانہ خراب  
 ہائے وہ عہدِ تنہا اور جوانی کا وہ راگ  
 مٹنی وہ شیرازہ عشرت پریشاں کر دیا

اب نہیں مطلبِ دلِ غمناک کو اس عید سے  
 وہ نہیں تو عید کی ساری مسرت پہنچ ہے  
 اپنے وہ جوشِ ترنم ہے نہ ہیں وہ دلوں لے  
 اسے ہلالِ عید تو ہے باعثِ رنج و الم  
 ہاں وہ دن کہاں جب توجہ نشاط انگیز تھا  
 تیری آمد سے ہوا کرتا تھا دل کو اک نشاط  
 اسے ہلالِ عید میری عید کیا دکھی نہیں  
 کس لئے ہنستا ہے میری بکیسی پر بار بار  
 دل میں ہے طوفانِ بربال پر آسکتا نہیں  
 کس قدر محبوبِ رُغم ہے آہ یہ جانِ حُزبیں  
 موت اُجھائے نہ دیکھوں صبح میں اس شام کی

مجھ کو ہوتی تھی مسرت ایک آنکھی دید سے  
 غمزدہ دل کیلئے یہ عیش و عشرت پہنچ ہے  
 ہست ہو کر گئے ہیں جی کے جی حُزبیں  
 ہو گیا ہے تازہ سیرے دیکھنے سے دل کا غم  
 تیرا ہر جلوہ نظر کو انبساط انگیز تھا  
 ہاں مگر اب کے نہیں تجھ میں وہ تیرا انبساط  
 کیا امر عہدِ گزشتہ اب نہیں ہے دلنشین  
 دیکھ تیری چہ پیر سے میں ہونہ جاؤں اشکبار  
 کس قدر محبوبِ رُغم ہے آہ یہ جانِ حُزبیں

## بیوہ اور برسات

رات کٹے گی کس طرح حشر نہا ہے ہر گھڑی  
اور مجھے ڈبوئیگی آج برس برس کے آنکھ  
دل کی لگی بجھائے کیا دلکی لگی بجھائے کیا  
لوں گی ہزار کروٹیں نیند نہ آئے گی مجھے  
ایک بلا شباب ہے مجھ سے ہو جبر کس طرح  
میں ہوں کہ متیقل رہوں تم ہو کہ خواب گور ہے  
طبع کو انتشار ہے اور خلل جو اس میں  
جان پہ ہے بنی ہوئی شب کی فضا کو دیکھ کر  
زخم جگر ہرے ہوئے یاد بہار کیوں نہ ہو  
نیند بھری دہ چشم مست، اُسکا خار یاد ہے  
آہ تھیں خیر نہیں جان سے کوئی تنگ ہے

چھائی ہوئی ہر تیرگی اُس پہ بیٹھتی ہے بٹھری  
اوجھتی ہے سوئے فلک ہائے ترس تسک آنکھ  
اگر یہ بے اثر مرا اپنا اثر دکھائے کیا  
آج یہ ابر کی گرج خوب رلائے گی مجھے  
ایسے میں دل کباب ہے مجھ سے ہو جبر کس طرح  
کو نہ رہی ہیں بجلیاں برکا زور شور ہے  
میں نے سے ہیں کھ پہ دکھ عمر کیٹنگی یاس میں  
ضبط کہاں سے لاؤں میں سرد ہوا کو دیکھ کر  
برق کی تیغ ہے ستم سینہ فگار کیوں نہ ہو  
رات کی بات یاد ہے رات کا پیار یاد ہے  
ہے یہ جنازہ شباب یا کہ مرا پلنگ ہے

کیا ہی وہ خوش نصیب ہیں! آج ہے اور سہاگے موتیوں نے بہری ہر مانگ مانگ ہے اور راگ ہے  
 کیا ہی وہ خوش نصیب ہیں جنکے لئے سنگاڑے اکابر اشباہ حسن رنج سے ہسکنا رہی  
 کوک ہی ہیں کوئیں جھوم رہی ہیں الیاں پاپی سپہیا اس طرف بول رہا ہے پی کہاں  
 پی ہے کہاں بتاؤں کیا قصہ غم سناؤں کیا موت بھی راہبر نہیں پی کا سرخ پاؤں کیا  
 اُن یہ کیجے کی ٹھکرے یہ آہ وزاریاں خلق ہے مٹھی نین میں محبو ہیں بقیارایاں

جوش ہے پائمال غم بہت ہیں جی کے حوصلے  
 رسم و رواج کا اثر میٹ رہا ہے دلوں لے

# آنسو

اے مرے آنسو کبھی بیکار ہو جاتا ہے تو اور کبھی دامن پہ نہ جاتا ہے لک نشنِ فانی  
 تیری قیمت کچھ نہیں رہتی ہر نظر نہیں کبھی اور کبھی ہو جاتا ہے گنہگار بے بہا  
 پرورش پاتا ہے تو قلبِ حزن میں ملِ سطح جس طرح چشمِ صدف میں گوہرِ سرمایہ دار  
 تیرے سینے میں ہیں نہاں رازِ ہارِ غم تو ہے پھلی کیف پر درِ صحبتوں کا یادگار  
 تو کبھی نہ جاتا ہے پہلوں میں قطرہ اوس کا اور کبھی تاریک بادلِ مشتائے کی ضیا  
 جلوہ گر ہوتا ہے تو بجلی کے پہلو میں کبھی اور کبھی تو خود ہی نہ جاتا ہے شعلہ فتر کا  
 دیکھ کر جھکو کبھی ہوتا ہے سینہ غم سے شق اور کبھی آنکھوں میں نہ جاتا ہے تو درِ نشاط  
 تر جانِ حالِ دل ہے غم کی خاموشی میں تو اک سمندر ہے اگر حاصل ہو تجھ کو انبساط  
 تو ہی مظلوموں کی فریاد کا ہے فریادِ رس غم کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے دلیں کے تو

ختم ہو جاتی ہو گفت تیری طغیانی کیساتھ

نغمہ عشرت سنا دیتا ہے دلیں آ کے تو

# گر حین

زیبا یہ نہیں تجکو اندازِ شکیبائی  
کیوں بال پریشاں ہیں کیوں آہ یہ ماتم ہے  
پیدا ہے پریشانی، اُلٹھے ہوئے گلیسو سے  
لے پیکرِ رعنائی کیا تیری متنا ہے  
ڈرتا ہوں نہ آجائے دنیا پہ کوئی آفت  
شاید ترے سینے میں دل ہے کوئی دیوانہ  
یعنی کہ خرد مندی انسان کی جہاں کم ہوا  
تجھ کو بھی خبر کچھ ہے لے غم کے تنائی  
برہم نہ کہیں کر دے شیرازہ و عالم کا  
مضطرب ہیں بگو لے بھی میرے لے نصیب میں  
تو عشق کی منزل میں اک شمعِ مہر ہے

تو حین مجسم ہے اے پیکرِ رعنائی  
کیوں گریہ سپیم ہے، کیوں سوگِ عالم کو  
آکھیں تری لے ظالم، لبریز ہیں آنسو سے  
کیوں سرد یہ آہیں ہیں کیوں زرد یہ چہرہ ہے  
بیچین ہے ہر لحظہ، بیتاب ہے ہر عشت  
آرام سے بے پروا، راحت سے ہے بیگانہ  
ہاں یاد مجھے اب تک وہ تیرا تبسم ہے  
ہو مٹوں کی ترے جنبش تھی محشرِ رعنائی  
یہ جوشِ جوانی کا، اندازِ یہ ماتم کا،  
تو جانِ منا ہے اس عشق کی دنیا میں  
تو حین کے جلو و نین رنگینی فطرت ہے

اس عہدِ جوانی میں اندازِ یہ ماتم کا، یہ ذوقِ غم اندوزی عالمِ شبِ غم کا  
 ثاقب کی دفاؤں کو اب یاد نہ کر ظالم  
 اس حسن و ملاحت کو برباد نہ کر ظالم

# ضطرب انتظار

شامِ المِ نما ہے شب ہے سکوتِ افرا  
 اک شمعِ مضحل ہے خاموش اور تنہا  
 حاجت نہیں ہے مج کو اب ایسی زندگی کی  
 میرا دلِ حزیں ہے ویرانہ، متنا  
 کب تک ہو نہیں آخردلِ بیشِ دل شکستہ  
 آباد جب کہاں تھا، مسرور کیس تھا  
 قسمتِ بگڑ گئی ہے کیوں کر اسے بناؤں  
 تم کیا پھرے کہ گویا دنیا پھری ہوئی ہے  
 رہ رہ کے میرے دل میں اب درد اٹھ رہا ہے  
 جو شے ہے اس جہان میں تارِ ایک نظر میں  
 ہر لمحہ زندگی کا وقفِ تپش ہے میرا  
 اڑے ہوئے ہے گویا چادر سیاہ دنیا  
 ہر ہر نفس سے جس کے پیدا ہے ایک شعلا  
 لے نا شناسِ الفت کچھ حد بھی سبکیسی کی  
 آباد تھا کبھی یہ کاشانہ، متنا  
 آنکھوں میں پھر رہا ہے اپنا وہ پہلا نقشہ  
 یعنی کہ دل نہ میرا آوارہ و حزیں تھا  
 اس داستانِ غم کو اپنی کسے سناؤں  
 رنجِ دالم سے ہر شے کی سرگھری ہوئی ہے  
 یاسِ دالم کا نقشہ گویا کھنچا ہوا ہے  
 اک درد سا ہے دل میں اک ٹپس ہے جگر میں  
 یہ جگر کی سبکیسی ہے یا انتظارِ تیرا



# بہارِ شمسِ افریں

فصل گل کی چلیں ٹہنڈی ہوائیں لہڑا  
گوشتہ گوشہ بنگیا ہے باغ کا جنت نما  
صحن گلشن کی فضا میں پھر مہر گہنیں  
طائروں کے سنے نغمے خود بھی شاخیں گہنیں  
یہ روش پر پھول ہیں احسن فطرت جلو گر  
ذرہ ذرہ لے رہا ہے باغ کا جس سے اثر

ہاں ملک دل ہے میرا جو ہے اس سے بختبر

کیف پرورد کس قدر ہیں شام کی دلچسپاں  
جنت اہل نظر ہیں صبح کی رنگینیاں  
رات تیری جوش کیفیت سے لبریز ہے  
عاشقوں کو چاندنی تیری جنوں انگیز ہے  
آہ یہ ایام گل بھی کس قدر ہیں خوشگوار  
یعنی ہر ذرے سے دنیا کے خوشی ہوا شکار

ہے مگر میرا دل صد چاکل تک بقرار

وہ نیم صبح کا ہی وہ طیور خوشنوا  
وہ روش پھولوں بھری اور کیف آوردہ ہوا  
بہلوں کے شور سے معمور ہے صحنِ چین  
بنگیا ہے گوشہ گوشہ باغ کا اک انجمن  
چشم نرگس جوشِ گل سے ست ہر مخمور ہے  
دیکھ کر جس کو دل غمیدہ بھی مسرور ہے

ہاں مگر میرا دلِ ناشاد غم سے چور ہے

دو تبسم تیرا اے دوشیزہ فصل بہار      بھر دیا پھولوں سے تو نے آگے سارا کوہِ سار

اگر دیا فیض قدم نے تیرے صحر کو چمن      تیری نیرنگی بنی زینتِ فزائے سخن

تو نہ ہوتی تو نہ ہوتی رونقِ بزمِ جہاں      تو نہ ہوتی تو نہ ہوئے حسن کے جلو عیاں

تو نے تاقِ بکود کھائے حسنِ فطرت کے نشاں

# ارتقاے عاشقی

صحرا میں ہوا کہ  
 یہ کیوں ہے قیدِ تحریر میں جلوہ زیبا؟  
 تیرے نور کا ٹھکانا؟  
 جو کل تھا آج وہ کیسے بدل گیا نقشا؟  
 مانا تو تیرا خاک  
 غضب ہے حسنِ شکر کی نعمتِ خیرِ صدا  
 جب اڑے فلک  
 ہوا ہے حشر کا ہنگامہ میرے دل میں بپا  
 ہے جامِ رنگیں  
 شہرِ گیسو سے  
 تڑپ کے دل نکل آئے نہ میرے پہلو سے  
 چھین  
 ایک آنسو سے  
 نگہ کی چھٹی ہے تصویرِ آئینہ رو سے  
 یا اضطراب ہے یا بیخِ دہنِ اسیری کی  
 جنونِ عشق کا ہے ذوقِ بھونِ اسیری کی  
 نِ قدرت کا  
 عذو حسن میں جلوہ ہے حسنِ فطرت کا  
 تیری صنعت کا  
 نگاہِ ناز میں پرتو ہے بزمِ وحدت کا  
 جھلک جھلک پہ ہے تاثیرِ غمِ فرا شیدا

نفسِ نفس سے ہے اک صوتِ سرمدی پیدا

ستمِ نہا ہے کسی کی نگاہِ حیت میں      کہ دستانِ محبت کے خون میں رنگیں  
یہ کیا کہ خرمنِ حسرت کا دل پہنچیں      بُرا ہو یا اس کا آبِ ضبط کی ہمتی نہیں

کہاں ہے شوقِ تنہا کو خیر باد کہے  
طلسمِ دل کی امیدوں کو نامراد کہے

کہاں وہ ضبط کا عالم وہ شانِ از نظام      کیا ہے دردِ محبت نے اب تو کام تمام  
دل میں رنگِ سکون نہ جان کو آرام      مریضِ غم کو قیامت ہو ہے وعدہ شام

ہر ایک لمحہ میں بیتاب ہوں سزا ہے یہی  
کہ عاشقوں کیلئے دردِ ارتقا ہے یہی



# حقیقت

زندگی ہے یا ہوائے خانماں برباد ہے  
 یا کوئی طائر جو اڑتا ہے فضا میں سدہ ہے  
 یا کہ ہے یہ فصل گل میں اک طربا نگینہ خوش  
 فطرۂ شبنم ہیں یا برگ گل گلزار پر ہے  
 یا کہ جھونکا ہے کوئی یہ باد طوفاں خیر کا ہے  
 یا یہ سطح آب پر ہے اک جہاں ثبات ہے  
 اس حقیقت پر بھی ناداں کس قدر غافل ہے کہ  
 بادِ ہستی کے اک ساغر سے تو سرشار ہے

# عرصہ حیات

بہارِ صبح ہستی ہے نکھر لو      ابھی آئینہ خانہ ہے سنو لو

ذرا اپنی امید و ن کی خبر لو      دُرِ مقصود سے دامن کو بھر لو

جو کرنا ہے تمہیں وہ آج کر لو

نہ ہو مایوس تم بگڑی بنا لو      اندھیرا ہے چراغوں کو جلا لو

سنبھالو اپنی حالت کو سنبھالو      ابھی دم ہے اسے کل پر نہ ٹالو

جو کرنا ہے تمہیں وہ آج کر لو



# تِ زندگی

یا کوئی سیارہ محروم و غیر آباد ہے  
 جوش جبکا ہو نہیں سکتا بے کم کرنیے کم  
 کہوئے ہیں جس نے ارباب بصیرت کے بھی جوش  
 جذب کر لینگے شعاعیں جنکو ہوتے ہی سحر  
 یا یہ دورہ ہے کوئی جوش جنوں انگیز کا  
 دمِ ندن میں جسکی گل ہونے کو ہے شمعِ حیات  
 اور دل میں یہ سمجھتا ہے بڑا عاقل ہے تو  
 اپنے کاموں پر نظر کرنیے بھی بیزار ہے

# بارش کی حقیقت

پانی برس رہا ہے دُنیا ہے جو غمت  
کچھ لوگ ہیں جو گھر سے باہر نکل کر  
لیکن وہ ایک میں ہوں بیگانہ مسرت  
بجلی کی اس ٹپ میں ہے راز و رہنما  
فرقت نصیب کوئی کر دے بدل رہا ہے  
بارش کا یہ تقاطر بوندیں ہیں گو نظر اہر  
انجام گل سے جبکا شق ہو گیا ہے سینہ  
بادل کہو نہ اُنکو جنت کے ہیں فرشتے  
یہ چاہتے ہیں کر لیں پوشیدہ معصیت کو  
بارش کی یہ ہوا بھی ناواں ہوا نہیں ہے  
یہ چاہتی ہیں جانا عرشِ بریں سے آگے

سبزے کے پیر میں صورت نکاہے فطرت  
کہتے ہیں بادلوں کا پرکیف ہے منظر  
معلوم جبکہ دلوں کا بارش کی ہے حقیقت  
مہجور عاشقوں کی راتیں بیت پریشاں  
یا اک چراغِ حراماں سینے میں جل رہا ہے  
لیکن میں جانتا ہوں روتا ہے کوئی شاعر  
طغیانیِ اہم میں ڈوبا ہے یا سفینہ  
بیچمین و مضطرب ہیں انسان کے عمل سے  
روحانیت سے بھروسہ بیتا عبدیت کو  
بانِ دل کی حسرتیں ہیں تنگی و داغ نہیں ہے  
تنگ آگئی ہیں یعنی حسرت نصیب سے



ناداں سمجھ رہے ہیں بارش کو دھڑ عسرت  
لیکن مرے لئے ہے غم آفرین یہ عبرت

---

# خیال یار

تجھ سے اک دلت ہے تو شانِ دلِ مٹیاب ہے  
تجھ کو الفت مجھ سے ہے مجھ کو محبت تجھ سے ہے

وہ مرے دل کی زربِ چانِ حویں کی بکلی  
آہ یہ کیسا ستم تھا مجھ کو تنہا دیکھ کر

بیکسی تھی اور کوئی میرے پہلو میں تھا  
مٹ گیا غم اور دل کا در داچھا ہو گیا

تیرے دامن میں ہے لطفِ انبساطِ زندگی  
مل گیا ہے دل میں ایسا آشنائے دل ہے تو

اے خیال یار تو ہے زندگی میرے لئے  
آرزو میں بھر رہی ہیں دل میں گھبراہٹ ہوئی

دل ٹڑپ جاتا ہے بجلی کا چمکنا دیکھ کر

اے خیال یار تو جانِ دلِ مٹیاب ہے  
اے خیال یار میرے دل کو راختہ ہے

وہ شبِ غم کی ادا اسی وہ بلا کی تیرگی  
شب کی تنہائی دلتی تھی اکینلا دیکھ کر

آرزو میں مضطرب تھیں دل بھی قابو میں تھا  
اے خیال یار تو آکر میجا ہو گیا

اے خیال یار تجھ سے ہے نشاطِ زندگی  
اے خیال یار پہلو میں بجائے دل ہے تو

تیرے ہونے سے ہے گویا اک خوشی میرے لئے  
آج پھر بامِ فلک پر ہے گھٹا چھائی ہوئی

ہشک گر پڑتے ہیں بوندوں کا چمکنا دیکھ کر

ضبط کا میں کون سا پہلو نکالوں کیا کروں  
 دل کو تھاموں یا کھینچے کو نبھالوں کیا کروں  
 جان ہے کشمکش میں آ خیال یا آ  
 امرے مونس مرے ہمد م مرے غمخو آ  
 قلب میں تجھ سے چمک ہے نور تو اس گھر کا  
 آ کہ تو ہی تھا منے والا دل مضطر کا ہے  
 آ خیال یا تجھ سے ہے بہار زندگی  
 غم مری ہستی کا دشمن تجھ ہے یا زندگی  
 تجھ کو ہم رکھینگے ہر حالت میں اپنے ساتھ ساتھ  
 تجھ کو لیائینگے ہم تربت میں اپنے ساتھ ساتھ

حشر تک سوئینگے ہم لیکر تجھے آغوش میں  
 شور و حشر سے آئیں تو آئیں ہوش میں

# یادِ اجاب

جلوہ آ رہا رہا ہے شوقِ دستِ کاہجہم  
 دل ہے مضطرب، دوستوں کی بات پڑ پانے کو ہے  
 جذبِ غم کے سطحِ ٹوٹیں طلسماتِ ملال  
 حسنِ آرائش کہاں وہ انجمنِ بازی کہاں  
 کالے کوسوں دور ہیں اب رنجِ وارفتہ کے نزدیک  
 سنگِ فرقت سے ہوا ہے شیشہِ دل اپنی آرائش  
 ہتھی کبھی زیبائش لبِ استانِ خوشگوار  
 اب نہ وہ ساقی نہ وہ ساغر نہ وہ میخانہ ہے  
 ہے جدائی کا زمانہ پردہ دارِ رسمِ وراہ  
 سیرِ قدرت چاندنی راتوں کا منظرِ یاد ہے  
 یادِ ایا میکہ تھی باہم محبت کی سبیل

داغِ دل کی روشنی ہے غرازہِ سئے نجوم  
 بیکسی میں صحبتِ دیرینہ بار آنے کو ہے  
 چٹکباں لیتا ہے دل میں بزمِ نگین کا خیال  
 طوطیانِ خوشنوائی نغمہ پر دازمی کہاں  
 آہ ہے دسوز نالے میں مصیبت کے شریک  
 رخِ کاہے رنگ پریدہ اور بارِ دل کی آرائش  
 گوشِ برآواز تھے محفل میں دل کے راز راز  
 باعثِ حسرت نصیبی گردِ شس پیمانہ ہے  
 ڈھونڈتے ہی پھرتی ہے جولاں گاہِ لغت میں  
 آج بھی بزمِ تصویرِ نورِ مس آباد ہے  
 گونجنے تھے دمِ بدم کا نوینِ نغماتِ جلیل

یاد ہیں دلو کو وہ نرم شعر خوانی کرنے  
یاد آتی ہیں ہمیں دوتی کی بندہ سنجان  
ہیں عمر فاروق بھی خلاص کی زندہ سال  
قوت دل میں سمجھتا ہوں غلی کی یاد کو  
کیا جدائی نے ورق اُٹا فسانے کی طرح  
نالے کہتے ہیں کہ تاثیریں فلک سے لائیں ہم  
کس طرح بھولیں جگر کی نکتہ دانی کرنے  
دل میں پیدا کر دیا کرتی تھیں جھنجھان  
جن کے علم و فضل نیازان ہر شوق کا کمال  
زندہ کرتی ہے جو میری کوششیں برباد کو  
انقلاب احباب میں آیا زمانے کی طرح  
جذب ل کی تار برقی سے انہیں چوکائیں ہم

اپنے دل کو اس طرح ناقب تسلی دیجئے  
کھینچئے تصویر دل میں اُن سے باتیں کیجئے

- ۱۵ مسٹر بنام کشور نواز  
۱۶ مسٹر جلیل قدوائی بی اے  
۱۷ جناب علی سکندر صاحب گمراد ابا کا  
۱۸ خواجہ مسعود علی دوتی بی اے  
۱۹ پروفیسر عمر فاروق ایم اے  
۲۰ عزیز می سید علی سلمہ ہمشیر زادہ مصنف

# یاد ماضی

یاد آیا م کہ جب غم سے سروکار نہ تھا  
عیش و عشرت کے خیالات سے معمور تھا دل  
یعنی ہستی مری ناداقہ بربادی تھی  
مرے جذبات، مسرت سے تھک کر مغموم  
آہ کرنا مرے نزدیک تھا نقص ایماں  
نامرادی کا نہ تھا کوئی تحفیل پہ اثر  
یعنی فی الجملہ مسرت سے تھا لبریز دل

درد تھا دل میں مگر زیست بیزار نہ تھا  
اس طرح ہائے نہ پہلے کبھی مجبور تھا دل  
وسعت دل میں مرے غم کی نہ آبادی تھی  
خلش دل سے طبیعت کا نہ تھا یہ دستور  
سچ تو یہ ہے کہ نہ تھا غم کا مردِ دلِ نشان  
میں سمجھتا نہ تھا کیا نفع ہے اور کیا ضرر  
بیخبر رنج و مصائب سے تھی عقل غافل

(۲)

یاد یہ حالت ہے کہ اب خوگر آزار ہوں میں  
مجھ سا اس نہ ہوں کوئی نہیں سوا و تباہ  
اب نہ وہ جوش ہے دل میں خیالِ عشرت  
زندگی تلخ ہے جینے سے بھی بیزار ہوں میں  
دیکھنا جس کی طرف اہل نظر کو ہے گناہ  
اب وہ فرطِ مصائب ہے جوشِ ندرت

ہاں مگر جسم میں باقی ہے ابھی روح رواں  
 ایک گوشے میں بنا بیٹھا ہوں تصویر سکوت  
 یعنی اس ہستی موہوم کا کچھ کچھ ہے نشان  
 نیند ہے میرے لئے بس یہی زنجیر سکوت  
 میری جو سانس ہے فریاد سے معمور ہے وہ  
 غم سے نزدیک ہے رست سے بہت دور وہ  
 یاد آتا ہے مجھے جب وہ زانِ عشرت  
 دل میں بڑھ جاتی ہے اک اور بھی غم کی کلفت  
 اُن رہ آغازِ کنادہ مرا جو شِ شباب  
 ایسا بھولا ہے کہ جس طرح فراموش ہو خواب

اک مرقع ہے غم و رنجِ دالم کا تاقب  
 وہ جو خواہاں ہے دوا کا نہ دعا کا طالب



# عہدِ طفلی

کھو گیا مجھ سے مرادہ عہدِ طفلی کھو گیا  
 جس کے دامن میں نہان تھی کیفِ پروا کی  
 اب وہ ایامِ ماضی ہیں وہ شبہائے خواب  
 میرے بچپن کیلئے شاید فضا ہے سو گوار  
 آہ کیا دن تھے کہ جب غوشِ مادر تھی ضیغ  
 جسکی جنبش سے تھا رازِ محبت آشکار  
 میں سمجھتا تھا اُسی کو وسعتِ دنیا ہے یہ  
 جسکا ہر گلشن تھا اک سرمایہٴ در صد بہار  
 دیکھتی رہتی تھیں آنکھیں جلوہٴ روتے قمر  
 گھیلنا تھا چاند جب چھپ کر دے ابر میں  
 میں تقاطر کو سمجھتا تھا کہ ہے جھوٹا مرام  
 ایک بے پایاں سرت تھی صدائے ابر میں  
 بے زبانی ہی مری تھی ترجمانِ حالِ دل  
 کتنے بامعنی تھے میرے وہ اشاراتِ لطیف  
 طائرِ تحنیل میرے عرش سے ہمدوش تھا  
 گرچہ تھا میں نا تو اہلِ اعضا بھی تھے ضعیف  
 میں کھلونے خود بنا کر گھیلنا تھا اراتِ دن  
 اور سمجھتا تھا کہ انکی دوستی ہے پائدار  
 ہاں مگر اگر جوانی نے وہ منظر کھو دیا  
 ہو گئی بے کیف اس سے دوستی جو بُنبار  
 دوستوں کے چمکے خواب پریشان ہو گئے  
 یاد سے انکی بڑا جاتا ہے دل کا ضارب



اب کہاں پاؤں مجھے لے عہدِ طفلی سچ بتا      کاش تو مجھ کو بنا دے ایک نقشِ سطحِ آب  
 ہے مرے دل میں ابھی ہمسایہ زوئے سیرگُل      ہیں مری نظروں میں اب تک باغ کی ڈالیاں  
 ہاں مگر فطرت کی تبدیلی نے پیدا وہ درق      جسکی تحریرِ مصفا میں تھیں کچھ زگینیاں  
 ہو گئیں برہم نشاط و عیش کی وہ محفلیں      جنکا ہر نعمتہ سرور لذت جاوید تھا  
 ہاں مگر اسکا مالِ غم فزا سمجھانہ میں      یعنی ہر لمحہ طرب کا غم کی اک لہت تھا

# خاکِ وطن

تیرے ہر ذرے میں پنہاں تھی غضب کی دلکشی  
یعنی جلوے تھے ترے تسکیں وہ جانِ خرب  
وہ ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی وہ فضا خوشگوار  
جن سے آسودہ تھی ساری کائناتِ زندگی  
وہ جس میں جن سے یہ اونچی چوٹیاں بڑھتی تھیں  
اور رفعت دیتا تھا ہندوستان کے بام کو  
کولہلوں کی کوکھ میں ہر نون کا پہناست  
تو نے کھولے اہل دنیا پر جو تھے اسرارِ علم  
تھا کمال ارتقا حاصل تھے ہندوستان  
وہ تڑا ہی فیض تھا اے ابر نیسانِ گہر  
تو نے ہی گویا بنایا فطرت خاموش کو

آہ اے خاکِ وطن سرایہ دارِ زندگی  
تھے مناظر تیرے دلکش غیرتِ خلدِ بریں  
صبح کیا ہوتی تھی تیری ہوتی تھی صبح بہار  
تیرے ہر موسم میں پنہاں تھی حیاتِ زندگی  
تیرے بہر نون کی صدائیں نغمہ درآغوش تھیں  
آہ گنگا تیرا وہ تھم تھم کے بہنا شام کو  
مرغزارِ وحش کہیں بہتر تھے تیرے کچھ دوست  
تو ہی اب خاکِ وطن تھی مخزنِ انوارِ علم  
علم کا جس وقت بنیائیں نہ تھا نام و نشان  
آج یورپ علم و حکمت سے ہے جسکے بہرہ ور  
تو نے ہی پیدا کیا سیتا ساسی عفتِ کوش کو

تو نے ہی اکبر کو بتلائے جانا بانی کے راز  
 لکشمی تھی قریب باغ معنوی کا خوش چین  
 تھی کبھی شہرت تری با ہم فلک تک کیا  
 ہندو مسلم کی تو ہی مادرِ غمخوار تھی  
 لکشمی تھی تو اُجالا تھا زمانے میں ترا  
 ہاں تباہ تھجھ کو اپنی دلدلازی کی قسم  
 کیوں نہیں تجھ میں تری اگلی سی دُعا لیا  
 کیوں مٹے جاتے ہیں آخر وہ ترے نقشِ نگار  
 کیوں نہیں تیرے پرستار و غمخوار  
 تیرے مزارِ سحر میں اب نہیں وہ لکشمی  
 آبشاروں ملتے ختم ہے ابھی تک دل گداز  
 جنبشِ بادِ سحر میں ہے وہی جوشِ منو  
 محو کر دے اپنی پیشانی سے دماغِ عبودیت

تو نے ہی راتا کے دل میں بھر دیا سوز و گداز  
 تجھ سے گو تم بد طرے بائی منزلِ عینِ الٰہیتیں  
 آرزو میں غزنوی کھاتا تھا جسکی پیچ دیتا  
 رحم و شفقت کیلئے دوزخ کی تو اوتار تھی  
 تیری الفت کا شیوا لاہر دل ویرا نہیں تھا  
 عظمتِ دیرینہ کی اور پاکبازی کی قسم  
 کیا ہوئیں گلشن کی تیری آہ وہ زیبائیاں  
 کیوں نہیں شاہِ فطرت کی تو آئینہ دار  
 جو کبھی ٹیپو کے دل میں رہ چکی ہے جوشِ ناز  
 گو کہ دامن میں ترے اب بھی مناظر ہیں ہی  
 تیری فطرت کے مظاہر یہی ہیں جاں نواز  
 تیرے گلشن میں ابھی تک جہانِ رنگِ بو  
 پھر دکھا دے اہل دنیا کو طریقِ حریت

## The NAZZARA Cawnpore.



150

# محو دعا

ایک تصویر کو دیکھ کر

صبح کی خاموشیوں میں تیرا انداز دعا  
تیری نظروں میں ہی نہاں جذبہ مصیبت  
پہنچ ہیں تیری نظر میں عیش کی بدخواہیاں  
یہ سنا نا وقت یہ مندر یہ دریا کا خرام  
سُن یہ فرط شوق میں پکڑے بے تباب ہیں  
اک مگر تو ہے کہ ناواقف گلزار عشق سے  
کس قدر جادوِ آخر ہے تیری شرمیلی نگاہ  
دیکھنا سورج کو تیرا کس قدر ہر دل نشیں  
بھڑپا ہے کس نے تیرے دلینِ خوش بندگی  
دیکھ تو اپنی طرف اور اپنی دنیا کی طرف

اُن کہیں برہم نہ کر ڈالے زمانے کی فضا  
لے سر پا حسن تو ہی جانِ جانِ عبدِ بیت  
تیری دامن کش نہیں امواج کی ہتیاہیاں  
کچھ خبر بھی ہو تجھے یہ دے رہے ہیں کیا پیام  
یعنی اپنی حسرت دیدار سے بخواب ہیں  
گرچہ دنیا بخیر ہے تیرے سازِ عشق سے  
تو محبمِ حُسن ہے اور جن کی اک جلوہ نگاہ  
شوقِ دل کی شوخیاں آنکھیں چمکاتی تھیں  
کر رہی ہے جس پہ تو قربان اپنی زندگی  
تجھ میں اک مٹی ہے تو ہر دل کو دریا کی صف

ہے جوانی تیری خود دلوں جہا نہیں رابطہ عابد و معبود میں ہر حسن تیرا واسطہ

اک تجلی تجھ میں خود تیری پرستش گاہ ہے

دیکھ اپنے کو کہ تو خود بھی نہ مالش کا ہے

# مکافاتِ عمل

تھامری سہی گلشنِ رنگ بوسے ہکنار  
 تھی صدائے جوشِ ماتمِ عید کی گویا نوید  
 تھی طرب انگیزیوں میں غرق ہر شام و صبح  
 زندگی راحت میں جو گد سو وہ خوش انجام ہے  
 کوئی پابندی نہ تھی سنِ ندگی کی واسطے  
 ہر صفتِ سر و ذہن میں آزا تھی ذاتِ عمل  
 سب غلطی یہ سنرا وار سنرا ہو جائینگے  
 سارے زندگی میں موت کی آواز ہے  
 کس طرح جبرِ باد پھر کرنے کوئی جوشِ شباب  
 بندگی کی عقل سے خارج تھی میری بندگی  
 عشرتِ امر و زکاء سینہ ہوا فرستے شوق

یا دایا میکہ میں تھا کامیاب روزگار  
 کیفِ رنج و غم مری زندہ دلی سے تھا مجید  
 مفلسی کی کاشیوں سے تھا میں مطلقِ بنیجر  
 میں سمجھتا تھا کہ دنیا عشرتوں کا نام ہے  
 ہر سیہ کاری بھی جائز تھی خوشی کی واسطے  
 ایک مہلِ محبت تھی خوفِ مکافاتِ عمل  
 فعلِ چھے یا بے ہوں فنا ہو جائینگے  
 فطرتِ ہرزہ میں مضمر تھا کارِ از ہے  
 حبِ فنا ہونے کو ہیں یہ کارِ بدکارِ صواب  
 یہ تخیلِ تھامرا اور یہ اصولِ زندگی  
 یک بیک لڑانے نے بالآخر یہ ورق

ابن وہ دولت ہی تھی جو شیش شباب  
 اٹھ گئی عقل خود سے خود فروشی کی نقاب  
 اب ہی میں ہوں کہ مجھ سے زندگی کو مار ہے  
 "امکاناتِ عمل" ہے اور جان زار ہے  
 بھاگتا ہوں حسبِ قدر دنیا کی دار و گیر سے  
 ہر قدم رکھتا ہر خود اعمال کی زنجیر سے  
 "امکاناتِ عمل" ہر میں ہوں اور تقدیر ہے  
 جس سے شر ماتی ہو ظلمتِ ل کی مٹویر ہے

اب عمل کی روشنی ہی ہمارے زریعہ ہے  
 پستیِ خوفِ سزا ہی ارتقاءِ زیست ہے



# غریب کسان

اے فطرت کی آنکھ کے تارے	اے نیچر کے راج دلاے
کاندھے پر ہل لیجانے والے	محنت کا پھل پانے والے
یا ملکوں کا نقشہ بد سے	صدیاں لٹیں دنیا بد سے
چرخ سے برسیں آگ کے شعلے	کچھ سے کچھ ہوں رنگ فضا کے
عالم ہر وادی کا نیا ہو	دھیمی ہو یا تند ہو اہو
کیا ممکن جو تھک سٹائے	چرخ ہزاروں پلٹے کھائے
دنیا بھر میں آگ لگی ہو	سائے جہاں میں جنگ چڑی ہو
امن ہو جب کہیتوں کی فضا میں	کیون ہو شورش تیری صدا میں
تجھ پر صد قے ہر آدای	گیت ہر ترانہ شادی
سچی ہے یہ شوکت تیری	سب پر حاوی مہمت تیری
کھیت میں تو کانٹوں کو نہ لپٹے	وقت کو تو غفلت میں نہ کھوٹے

اگھاس ہے تیرا بستر نخل      اوڑھنے کو بوسیدہ کمر  
 جنگل جھاڑی سبستی تیری      شاہ سے بہتر ہستی تیری  
 تو ہے اور زمانہ تیرا  
 ہم ہیں اور فنا نہ تیرا

# آبشار

بے قافیہ

سچ بتالے بھرنے والے وادی کسار میں  
تو کہاں جاتا ہوں تھکاوٹ نہیں صبر و قرار  
بڑھ رہا ہر دشت میں ایشان سے مستانہ وار  
جس طرح کوئی مسافر بے خبر منزل سے  
بے خیالی میں پریشاں ہیں خیال لہجہ جنوں  
جستجو کچھ بھی نہیں ہر اور ہے محو جستجو

(۴۱)

جانے والے ڈالتا جا دایوں پر اک نظر  
دیکھتا جا حسنِ فطرت اور گلوں کی یہ بہار  
ہو گیا شاداب سبزہ تیری سیلِ شک سے  
پتہ پتہ ہو گیا مخمور صبا کے نشاط  
ہر طرف رنگینیاں پھیلی ہوئی ہیں دشت میں  
پھول ہیں محو تبسم ہر کلی خاموش ہے

(۴۲)

تیری سطح آب پر اڑتے ہیں مرغانِ چمن  
جنگے نعموں سے فضا ساری ترنم ریز ہے  
انہی اونچی چوٹیوں پر چپ گھل جاتی ہر برت  
اور جب پڑتی ہیں اس پر آگے کرنیں متصل

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بجلیاں کو نہتی ہیں پردہ ہے شب میں مگر ایک بار  
عکس عکس ہایہ کا اپنے لے رہا ہوا آتش

فطرت صانع کی صناعتی کا ہر ایک سلسلہ

(۴)

ہاں بتا کچھ تو بتا تو کس لئے منعموم ہے کر رہا ہے اس طرح ہستی جو برباد فنا  
ہئے کتنی رحم کے قابل ہی یہ حالت تری پھر رہا ہے پتھروں سے سر کو ٹکرائنا ہوا  
کھونچکا ہوا اپنے دل سے کیلئے صبر و قرار کیلئے رکتا نہیں تجھ سے یہ سیلابِ دناں

(۵)

آہ یہ دلکش مناظر اور تیری خاموشی آہ یہ پھولوں کی بارش اور تیرا یہ سکوت  
ہاں اگر اس خواب سے تو یک بیک بیدار ہو اور بڑھ جائے ترا جذبہ ترا جوش و خروش  
تیری بیباکی کی کوئی حد نہ عالم میں ہے تو ہی بحر و دشت میں ہو ایک موج اضطراب  
وادیوں کے کنج تیرے شور و معور ہوں اور نالوں کی تری ساری فضا ہو سو گوار

عقل کے دریا میں قطرہ بنکے ہو جائے تو گم

مثلِ آفتاب تو بھی غرقِ ہوش سے بیگانہ ہو

# عدم سے وجود میں

میرے بچے تیری آمد سے ہوا دل غ باغ  
 تیری آمد کا ہر کارنا تھا ہم کو انتظار  
 تو ہی اے بچے حجابِ قدس میں مستور تھا  
 رنگائے گل کے پڑے میں قہمی تھا خون  
 تیری یہ معجسم تھی گلوں میں رنگ و بو  
 یا کرتا تو جنبشِ باسحر میں عطریز  
 یا کائنات کی ہنری میں تو ہی خوابیدہ تھا  
 شب کی تاریکی میں کیا تھا تو ہی کباب  
 شام کی خمی میں شاید تو ہی رنگ آئینہ تھا  
 ماں کی نگہوں میں سما جاتا تھا تو بچے خواب  
 چاند بچا تھا جا کر آسمان پر تو کبھی  
 ہر اندھیرے گھر کا میری تو ہی گویا اک چہل رخ  
 یاد کرتے تھے تو ہو جاتے تھے اکثر بھرا  
 نور کے دریا میں تو ہی اک حبابِ نور تھا  
 تیرے ہی لہروں سے تھے مسخو تیرے ہر وطن  
 یا صدف کے بطن میں تھا موتیوں کی آبرو  
 یا کہ شبنم کے تھکے تھا سخنِ حین ہر اشک بیز  
 اگر کب شبنم کے انوار میں پوشیدہ تھا  
 قلبِ دریا میں بڑھاتا تھا تو ہی کیا اضطراب  
 چاند کے برتوں میں تو ہی اضطرابِ انگیز تھا  
 تو ہی اسکی آرزو ان کا تھا گویا ایک باب  
 دیکھ کر ہوتی تھی جیسا کہ ایک با معنی خوشی

اپنی ماں کو اپنے جلوؤں سے لُہا لیتا تھا تو      دور ہی سے اپنے نعموں کو سُنا دیتا تھا تو  
 بیچھڑکاروں کے جھمڑ میں ترا سہنا کبھی      یاد آتا ہے ہیں تیرا وہ عہدِ زندگی

فکر ہے اسکی کہ اب جلوے تری محدود ہیں  
 یعنی رنگارنگیاں پہلے جو تھیں مسدود ہیں

# وہ کیا تھی

(جب تو نہ تھا)

جب تو نہ تھا تو آرزوئیں دل کی خاک تھیں  
 جب تو نہ تھا تو سلسلہ غم دراز تھا  
 جب تو نہ تھا تو غم کی سیاہی تھی ہر طرف  
 جب تو نہ تھا تو سیر و تماشہ تھے ناگوار  
 جب تو نہ تھا تو بھول گریباں دریدہ تہا  
 جب تو نہ تھا تو صبح کی ضو اک عذاب تھی  
 جب تو نہ تھا تو بادِ سحر برقِ پاش تھی  
 موجیں مندروں کی کھٹیں زنجیر بے صدا  
 جب تو نہ تھا تو روح میں اک انتشار تھا  
 جب تو نہ تھا تو فطرتِ دل تھی نقاب میں  
 جب تو نہ تھا تو میری اُمیدیں ہلاک تھیں  
 ہر لمحہ دل کے واسطے ہنگامہ ساز تھا  
 برپا تھا حشرِ دل میں تباہی تھی ہر طرف  
 تھا عالمِ خزاں مجھے ہنگامہ بہار  
 شبنم کی طرح باغِ جہاں آبدیدہ تھا  
 جب تو نہ تھا تو موجِ شفقِ خوناب تھی  
 پھولوں کی چھاؤں میں اُستہری تلاش تھی  
 کرنیں بھی مہرِ ماہ کی بتیں تیرے صدا  
 سینے میں تھا جو نالہ وہ سینہ فگار تھا  
 راز و نیازِ گرم تھے حریمِ حجاب میں

انکامیوں نے ہجر میں دلجو اسے کر دیا      ایوسپوں نے عقل سے بے گناہ کر دیا

فرقت کی رات اور مصیبت کا سامنا      وہ دل کا درد اور قیامت کا سامنا

کھلیاں جو سیر دل کی تھیں جہاں کے رہ گئیں      ہم نکھیں تیرے فراق میں پھر اس کے رہ گئیں

جب نہ تیرا جو سرشت ہر ماں تھی میرا پاس

جب گیا تو نہ رہی کچھ سیر دل کی تیرا پاس



# دل

لے دل بتیاب تجھ میں ہو صفت سیاب کی      تیرے قطر و نہیں ہیں کچھ بوندیں شراب کی  
 تیرے آئینہ سے پیدا ہے محبت کا طلسم      تیری نیرنگی میں پوشیدہ ہے حیرت کا طلسم  
 ساغر نگین میں ہے کثرت نمائی کی جہلک      تیری وجوں نے دکھائی ہر ضائی کی جہلک  
 نفقہ الفت سے نمایاں کیا انداز ہے      تو حریم عشق ہے یا جلوہ گاہِ نار ہے  
 تیرے حصے میں ازل کو دیکھ جو غم کی فضا      لامکاں پر جا کے ٹھہری ہو تری آہ رسا  
 تیرے ایسا سے ہزاروں خانہاں برباد ہیں      تیسے دیکھ نہ میں لاکھوں حسرتیں آباد ہیں  
 کیوں نہ ہو تیرے تلامذہ سے سمندر میں سکوت      تیری ہوجیں انقلاب ہر کام میں اک ثبوت

ظہرِ مستی و خودی تیرے گلے کا راستہ

تو وہ مینا ہے کہ اس سے اک جہاں شراب ہے

# حکیم اجل خاں کی باتیں

آج کیوں ملک میں ماتم کا ہے ہنگامہ بپا  
 اٹھ گیا کون یہ محفل سے خراب الفت  
 کچھ خبر بھی ہے تجھے روٹھنے والے اس کی  
 کھول دے آنکھ تجھے اپنی محبت کی قسم  
 تیرے ہی دم سے تو الفت کی بنا رہی لاتی  
 یاد ایا م کہ جب ہند تھاک "شعلہ فروش"  
 جامو "ہے ترے اس سوزوروں کا شاہد  
 تو سمجھتا تھا کہ گمراہ ہے طرزِ تسلیم  
 گرچہ باقی نہیں دنیا میں تو اب جسم کیساتھ  
 دردِ قومی ہو تو تقلید کا میداں ہے وسیع  
 سازِ ملت میں نہیں کیوں وہ نوائے مستی  
 کہ نہیں دھڑ میں اب روحِ روانِ سستی  
 کہ وطن میں نہیں اب جوشِ وطن کا باقی  
 خواب سے تیرے نہیں حسنِ چمن کا باقی  
 مادرِ ہند نے پائی تھی تھی سے عزت  
 ہاں مگر تو تھا کہ دیتا تھا جو درسِ رافت  
 جس میں آباد تھا بربادیِ ملت کا خیال  
 دیکھ کر قوم کے بچوں کو جو ہوتا تھا ملال  
 روح دیتی ہے مگر آج بھی چننا م عمل  
 سننے والے ہوں تو سن سکتے ہیں الہامِ عمل

# مکہ معظمہ زاد الشرفا

مکہ کی جلوہ زار میں عالم فضا کا ہے      ہے پاساں جلال کہ یہ گھر خدا کا ہے  
 چوٹی سے ہکنار ہیں ذراتِ آبدار      "کوہِ ابوقیس" کر شریفیہ کا ہے  
 سورج کی روشنی "حیلِ نور" پر ہے غش      دنیا میں یہ پہاڑِ نرالی ادا کا ہے  
 آنکھیں بچھا رہے ہیں فرشتے کئے ادب      نظارہ دلفریب و "بابِ لطف" کا ہے  
 سربانیِ خلیل کا گوارہ ہے یہیں      بندوں سے اس مقام پر رشتہ خدا کا ہے  
 "حاجی" ہے اور جذبہ اسلام دل میں ہے      سربانیوں کا قصد ارادہ منی کا ہے

مسلم کا اجتماع خدا کو پسند ہے

مذہبِ اسی مقام پر شیرازہ بند ہے

آدم کا تھا نور اسی جلوہ گاہ سے      نکلی شعاعِ صبح ازل راہ راہ سے  
 لات و جہل کا نعمتہ یہیں سے ہوا لبند      جس نے دلوں کو پھیر دیا تھا الہ سے  
 اصنام دلفریب کا یوں راز کھل گیا      فرقوں کے دل اُچٹ گئے ذوقِ گناہ سے

اشیائے کائنات کی عبودیت مٹی      توحید نے تہوں کو گرایا نگاہ سے  
 حجاج میں حضور کی دل کا ظہور ہے      بلبلک کی صدائیں سننا شاہراہ سے  
 موتی کی طرح چشمہ زمزم میں گہ ہے      یوسف کا نور حسن اُبتلا ہے پناہ سے  
 کچھ ذرہ ہائے ریگ روانے سمیرتا ہیں      فردوس کی بہار میں ہر نگاہ سے

تازہ حیات بخشی ہے کیف و شکر نے

ثاقب کو کیا دیا ہے صداقت کو نور نے

# ما تم سی آرداس

اے محب قوم تو تھا نازش ہندوستان  
 تیری ہی سے تھے قائم زندگی کو کچھ نشان  
 اے سراپا درد تو ہی رہنمائے قوم تھا  
 سچ بتا دے کس لئے تو ہو گیا ہم سے جدا  
 کھول آنکھیں دیکھ، وہ اب رونقِ مغل نہیں  
 یہ مندر رات کالی اور کہیں ساحل نہیں  
 ہر طرف چھائی ہوئی ہر پنج و غم کی اک گھٹا  
 کیا زمانہ اب خزانِ دائمی کا آگیا  
 آہ اُٹھیں ہوئی جاتی ہیں ساری پائمال  
 دل میں اب آتا نہیں ہے حسرت کا وہ خیال  
 آج یہ خاکِ وطن غم میں ترے بتیا ب ہے  
 بچہ بچہ حسرت دیدار سے بخواب ہے  
 گو کھلے کے بعد تو ہی جاں نثارِ قوم تھا  
 شامِ ماتم کے لئے صبحِ بہارِ قوم تھا  
 تیرے دل میں آتشِ حبِ وطن تھی شعلہ دن  
 تیرے استقلال سے حیرت میں مبتلا رہ گئے  
 اپنی دولت اپنی ثروت کو کیا قرباں قوم  
 اب انیس سے روٹھنا اچھا نہیں لجاں قوم  
 حیف تو نے آساں کس کو کیا پیوندِ خاک  
 آہ دردِ قوم سے تھا جسکا سینہ چاک چاک  
 جسکو دیکھو سرِ جبکائے غم میں بیٹھا ہوا داس  
 یعنی دل سے کر رہا ہے ماتم سی، آرداس،

# حضرت احسن ممبھی کی دین

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے احسن جا دو میاں  
 نغمہ ہائے اوج پرور میں وہ سوز و سار بہتا  
 تیرے نغموں میں مہاں تھیں مٹح کی بتیاں  
 شغری دنیا تھی تیری ذات سے سراپہ دار  
 گرچہ تیرے ہاتھ خالی تھے متابع دہر سے  
 تیری بتیاں بی میں دنیا کے سکوں آبا د تھی  
 گو بظاہر لب پر تیرے نالہ شبگیر ہوتا  
 سبکیسی خود نوہ گرتھی سبکیسی کی موت پر  
 تو معانی آفسرین تھا تو نزاکت آفریں  
 یوں تو پیدا ہوئے دنیا میں ہزاروں بالکال  
 تیرے ہر شعر میں دنیا کے نغمے آباد تھی  
 سچ ہو نا قب آں ہر شغری خالی ہو گئی  
 تیرا ماتم کر رہی ہے آج یہ اُردو دہاں  
 آسمان بھی تیرے آگے فرش پا انداز تھا  
 گھٹ نہیں سکتی ہیں غصے نظم کی لہجہاں  
 نشر کو حاصل ہو قدرت سے تیری افتخار  
 تھے گردل میں ہزاروں گوہر مہر مہرے  
 روح بیگادہ طرب غم کو شنیوں میں شاد تھی  
 شان استغنا سے لیکن ضبط کی تصویر تھا  
 ہاں گردل پر ترے آیات اس کا بھی اثر  
 تیرے انداز تغزل کے ہیں اکثر خوشہ چین  
 لائیں گے لیکن کمان سے حیرانہ انداز خیال  
 نغمائے روح میں ڈوبی ہوئی فریاد تھی  
 ختم مینی مہند سے شیریں مقامی ہو گئی

# وصف زبان

لے زباں تو نطق میں آکر بنی جادو بیاں  
 کعدہ شیریں ہیں نغمے تیرے ساز نطق میں  
 شعلہ جوالا ہے تو بزم گاہِ رزم میں  
 تو ہی جا کر بن گئی لب پر پیسے کے فغاں  
 تو نے ہی تقریر میں روحِ طلاقت پھونک دی  
 آپ ہی نقوں میں اپنے مست ہو شراب ہے  
 لڑنے والوں کے دلوں میں طو بڑھادی ہو جوش  
 ہے مریضوں کے لے سرمایہ تسکین تو ہی  
 قبضہ قدرت میں تیرے زخم بھی مرہم بھی ہے  
 تو نے کھولے راز وہ اب تک تھے دلیں میں  
 نگلتی تو اک طلسمِ طرفہ را درِ نطق میں  
 صلح معنی خیز ہے تو رزم گاہِ بزم میں  
 تو ہی کوئل کی بنی باغوں میں جا کر انڈوں  
 پائی ہے شیرازہ دل نے بھی سے زندگی  
 آپ بھی تو چارہ گر ہے آپ ہی بیامہ ہے  
 صلح مندوں کے دماغوں کو دلا دیتی ہو ہوش  
 غمزہ رانڈوں کی بجاتی ہے تو ہی زندگی  
 تیرے چہرے سے خوشی بھی ہے نمایاں غم بھی ہے

تو سلا دیتی ہے افسانے سا کر عیش کے  
 نیند اڑا دیتی ہے تو جلوے دکھا کر عیش کے

# پیام بیداری

اے مسلم خوابیدہ درازنگ جہاں دیکھ  
 باطل کدہ دہر میں سیلابِ فتنہ دیکھ  
 وہ کفر جو مسلم سے مقابل نہ ہوا تھا  
 وہ آج مسلمان سے ہوا برسرِ پیکار  
 کیا غم ہے جو راحت کا ٹیسرینیاں  
 آتش کا خزانہ ہے تری آہِ دغاں میں  
 نازاں ہے تری ذات پر ہر ذرہ دنیا  
 رکھ منزلِ مقصود میں تو پائے طلب کو  
 تو مصطفویٰ ہے تری طینت میں نہیں ڈر  
 مٹتے ہوئے اسلام کا تو اپنے نشان دیکھ  
 دکھی جو نہ تھی آج وہ تاریک فضا دیکھ  
 راہوں میں ترقی کے جو حائل نہ ہوا تھا  
 بیدار تو اے مسلم خوابیدہ ہو بیدار  
 کیا کم ہے کہ تو دہر میں ہے حاملِ قرآن  
 اٹھ پھونکدے اس خرمینِ باطل کو جہانیں  
 کچھ خوف نہ کر کفر میں گر حشر ہے برپا  
 اک دم سے جہاں شمعِ ابو حیلِ لب کو  
 کیا یا دہنیں تجھ کو وہ جنگِ ذخیر

پھر آج وہی قوتِ اسلام دکھا دے

پھر تکرہ کفر میں اک آگ لگا دے



عزى

اللہ اللہ یہ کیا بخش آرائی ہے      خود تماشا ہے وہی آپکاشائی ہے  
 درد کو جسکو ترستے ہیں ملک اور فلک      شیشہ دل میں مرودہ مئے مینائی ہے  
 آہ اُسطار مجبور کی حسرت کو نہ پوچھ      جو یہ سنتا ہوں فوس میں کہ بہا آئی ہے  
 جسکے جلوہ کا فرشتوں نے کیا تھا سجدہ      کوہ قاراں پہ وہی شعلہ سینائی ہے  
 تم جو آجاؤ تو اس عشق کا پردہ رہ جائے      دوزخ بظہیر باقی نہ شکیبائی ہے  
 میں اُسے خوب سمجھتا ہوں جو حالت ہر مری      ہاں گردل کو وہی دس شکیبائی ہے  
 ہو جہاں مرغ تخیل کی نہ پرواز رسا      اُس بلندی پہ مری ناصیہ فرسائی ہے

ہر یہ ناقب اُسی اک جلوہ زگیں کا اثر

مے شیشہ میں جو کچھ بادہ مینائی ہے

جلوہ تو دیکھے مرے ذوق نیاز کا      چمکا ہوا زچہن کو حجاب محبار کا  
 احساس تک کسی کو نہیں امتیاد کا      اللہ رے فریب طلبم محبار کا  
 دیتا ہوں میرے قلب کو روحانیت کا درس      ذکر جیل تیرے رخ جلوہ ساز کا  
 ہستی کو جب مٹاؤ سکا اپنی بے خبر      پھر کیا خیال شاہد ہستی نواز کا

کل کائنات نغمہ درد آفریں بنی      آنے اثری دل کے غم جاگداز کا  
 مہستی کے ہر حجاب سے نا آشنا ہوا      ممنون ہوں میں حیرت بریگانہ ساز کا  
 آئینہ دیکھتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا      پردہ ہی درمیاں نہ رہا استیلا کا  
 تنہائی فراق کی راتیں بھی کٹ گئیں      ممنون ہوں میں اس دل فسانہ ساز کا

نما قب اس سخن میں جہاں خراب کی

محرم تھا کون خلوتِ شبہا گئے راز کا

اسکے ہر کار میں در پردہ اک اقرار تھا      بخود می میں لیکن اسکا جاننا دشوار تھا  
 کون نا واقف تھا انجامِ کلیم و طور سے      ہاں گر میں تھا کہ پھر بھی طالب دیدار تھا  
 الا ما لے اضطرابِ یاس و امید لا ماں      سہل ہوتے پر بھی مرنا کستھار دشوار تھا  
 مانع دیدار تھے تجھ کو حجابِ نظر      یہ جہاں غم بھی در نہ کاشفِ انوار تھا

تیرے عنائیوں کا لے جمالِ پردہ دار

ایک تاقب تھا جو کچھ محرم اسرار تھا

عالم تھا کہ اک عکس آئینہ گر دل تھا      کچھ کہ نہیں سکتا میں یہ کون مقابل تھا

اس بار محبت کا دل ہی مرا خا مل تھا  
 اک حسن جہاں آرا برہم کن مغل تھا  
 میں آپ ہی خلوت تھا میں آپ ہی مغل تھا  
 جو مجھ کو تماشہ تھا آسودہ ساحل تھا  
 عالم جسے کہتے تھے اک نقشہ باطل تھا  
 جب ہوش میں آنا ہی دل کیلئے مشکل تھا  
 ساحل سے کہیں بہتر نظر آ رہا ساحل تھا  
 دیوانوں کی چنچیں تھیں یا شور سلاسل تھا

ہے داد طلب شاقب

اس عشق میں مشکل تھا

کہ خود بولنا ہے خود آواز دینا  
 تسلی نہ لے شوخ انداز دینا  
 کبھی دیر میں جا کے آواز دینا

گلوں کے ہین آغوش و ابر رخصت      ذرا ٹھٹھ کے لبیل کو آواز دینا

نہ لے میرا ایمان لے لے بی نیازی      کہ ہے نذر جلوہ گرہ نا ز دنیا

خیاباں خیاباں میں پیہم تحبس      بیاباں بیاباں میں آواز دینا

اُدھر میری توبہ کی ڈھارس بندھانی      اُدھر مجھ کو ساغر لبس دنا ز دنیا

ہے گم کردہ راہِ محبت میں ثاقب

ذرا ٹھٹھ کے پھر سکو آواز دینا

کسی کو عکس کشی میں کمال ہو نہ سکا      میرے دو ہفتہ حریف جمال ہو نہ سکا

زبانِ شوق سے کیا حرفِ آرزو نکلے      کہ جب نگاہ سے بھی عرضِ مال ہو نہ سکا

تپاں تہا خاکِ محبت پہ دل کا اک ذرہ      مگر وہ درد کی زندہ مثال ہو نہ سکا

کہاں جال کی وسعت کہاں مانعِ کاغذ      وہ جلوہ رونقِ بزمِ خیال ہو نہ سکا

سود بخند نے قربانیاں تو لیں ثاقب

حرم میں بادِ رنگینِ جمال ہو نہ سکا

کس کس اندازِ دلِ عشق میں برباد رہا      سب فسانوں میں فسانہ میرے مجھے یاد رہا

لگیا جبکہ وصلہ خانہ خرابی کا مری      میری بربادی پیہم سے جو وہ شاد رہا  
 اپنے دل میں بے جگہ دی غم دنیا کو کبھی      قید سستی میں رہا بھی تو میں آزاد رہا  
 لطف و راحت سے دل در طلب کو کیا کام      یہ ہر اک رنگ میں خاک کردہ فریاد رہا

ستم آرائیں بربادی ثاقب کچھ دور  
 کچھ دنوں اور جو تو مائل پیدا رہا

مستغنیٰ رموزِ ناز و نیاز ہو جا      بے نیاز اس قدر بن دنیا کے راز ہو جا  
 محوِ جمال ہو کر صریت گداز ہو جا      یعنی کہ آپ اپنی تو شرحِ راز ہو جا  
 اے سنی امتیازی بے امتیاز ہو جا      گرد و غبارِ رسم و راہ حجاز ہو جا  
 دھڑسکوں ہو تو ہی دہما کے خوں شدہ کمی      ہاں شانِ بے نیازی مصروفِ ناز ہو جا  
 یا اپنے دل کی صورت خود شوقِ آرزو بن      یا شوق و آرزو سے تو بے نیاز ہو جا  
 فطرت کا ڈرہ ڈرہ تیرا ہی منتظر ہے      بزمِ سکوں سے اٹھ چل سناگہ ساز ہو جا  
 بے تجربہ سے بودِ عالم اے ناشناسِ معنی      درماندگی کا اپنی خود چارہ ساز ہو جا

ثاقب پڑا ہے جس میں پیشِ لہلہ ہیں

ہاں جاوہ کہ حقیقت ہنگامہ ساز ہو جا

کھل گیا دیدہ تر سے غم پہناں میرا      اب تو رنگیں نظر آتا ہے گریباں میرا  
 ذرہ ذرہ میری نظروں میں ہر آئینہ حسن      کیا دکھاتا ہے مجھے دیدہ کھیراں میرا  
 بڑھ چلی حشرِ دلِ رحم کر لے جوش بہار      کہ مرے ہاتھ سے جاتا ہے گریباں میرا  
 طالبِ دادِ جفا اور وفا ہو کس سے      حسنِ محبوب تر عشقِ پشیمان میرا  
 ختم ہے تابہ سحرِ زندگی شمعِ حیات      اب نہ منہ دیکھے گی تو ایشِ بھال میرا  
 گوشہ گوشہ میں ہر اک حشرِ سلاسلِ بریا      آج فریاد سے معمور ہے زنداں میرا

میں وہ خو کردہ آزارِ تیش ہوں ثاقب

دے سکی ساتھ نہ طولِ شبِ ہجران میرا

آہِ شہرِ افشاں کا ہم نے یہ اثر دیکھا      پر سوزِ جگر دیکھا جلتا ہوا گھر دیکھا  
 جانبِ از محبت کا ہم نے یہ جب گھر دیکھا      اک ہاتھ پہ دل دیکھا اک ہاتھ پہ سر دیکھا  
 لے لے دل پر حسرت کچھ اور متن کر      دیکھا کہ گری بجلی حبیب نے ادھر دیکھا  
 کس کام کی ہشیاری اچھی تھی وہ بیوشی      جب تک کھکھلی انکی آغوش میں سر دیکھا

کیا جانے کسے دھونڈھا یا رہنے مگر دم اک بار ادھر دیکھا اک بار ادھر دیکھا

ہم سمجھے تھے لے نا قبا ران کھٹکتے ہیں

پیوستہ مگر دل میں اک تیر لفظ دیکھا

فرق دوست میں ایسا مری حشت کا ساں تھا کہ وسعت میں ہر اک ذرہ مگر گھرا گیا باں تھا

بتائے شوقِ دل اُس بزم میں بانا کچھ سماں تھا ادھر تقدیر سو تی تھی ادھر بیدار دریاں تھا

گلے مل کر جدا ہونا مرے ٹٹنے کا ساں تھا رتے جاتے ہی میں دیوانہ میر گھر بیلیاں تھا

جنونِ عشق رہ رہ رہو تو پھر کیا قید منزل کی وہ مجنوں ہوں کہ دشتِ بختِ بکھر گیاں تھا

میں بخود تھا مگر اچھوشتِ وحشت ہوا تھا مرے ہاتھوں سچو دلجا ہوا میرا گریباں تھا

وطن کی خاک جھکویا دکر کے ہم بہت روئے کہ تجھ سے دور تھا اور شامِ غمت تھی تباں تھا

کسی سے اپنی بربادی کا شکوہ کیا کروں قیاب

کہ میرا ہی دل لڑتے میرا دشمن جاں تھا

راہِ طلبِ ہر ہر نفسِ لیت کا اعتبار کیا کشمکشِ فراق میں موت کا ایشطار کیا

غنچہ ہر عقدہ جنوں شبنمِ باغِ اشکِ نحوں موجِ شفق سے بے فزوں گلگدہ بہار کیا



عشق کی منزلوں میں ہو میرا خیال کچھ بلند  
 کوئی خیال شرم سے پردہ اٹھا کے رہ گیا  
 چھوڑنے ساز حسن گل مطرب عندِ طرب تو  
 نشوونما سے حسن ہو سستی عشق کی فضا  
 یاد میں تیری اس طرح عمر می گزر گئی  
 جنبش سعی و فکر سے عقدہ زندگی گملا  
 شاہد و منے ہوں جلوہ گزیدہ کو بھر کہاں قیام  
 ہیئتِ دل بدل گئی کیجئے آہ و نالہ کیوں  
 باعثِ اضطراب ہے موجِ شمیمِ حبِ انظر  
 داغ میں کچھ دھواں سا ہو زخم کے لبِ کلمے ہوئے  
 نہیں جانتا نہیں در وہ کیا قرار کیا  
 تاریخ دید ہو گئی روشنی حزار کیا  
 اپنی خودی میں مست ہوں کر گل بہار کیا  
 اشک ہے ابد ار کیا داغ ہے تابدار کیا  
 کچھ نہ سمجھ سکا کہ تھا حاصل انتظار کیا  
 پھر بھی ہوا نہ منکشف دل ہو طلسمِ زار کیا  
 ابراٹھے تو ٹوٹ جائے تو بہ کا اعتبار کیا  
 قطرہ خوں کے واسطے روئے زار زار کیا  
 لالہ و گل کے پردے میں تو ہو سرِ زار کیا  
 زخم ہے نالہ سنج کیا داغ ہے سو گوار کیا

حسرت و یاس کا هجوم قتلِ گرجا میں ہے

کشتہ تیغِ نادر ہے ناقہ لنگار کیا

بے فائدہ ہلاکِ فریبِ شہود بھٹا  
 دنیا تھی اک طلسمِ زیاں تہا سود تہا

دنیا کی کشمکش سے فراغت نصیب تھی جب تک سیرِ حلفتِ دامِ قیود تھا  
 زاہد قیام کرنے کا پیشِ رُعبِ حسنِ سرگشتہ خمارِ رکوع و سجود تھا  
 معنی حیات و موت کے تو جانتا اگر آئینہ عدم میں بھی عکسِ وجود تھا  
 دنیا کو جانتا ہوں فریبِ خیال میں

میری نظر میں ایک عدم اور وجود تھا

قطع ہوئی زبانِ شوقِ ذکر وصال آ گیا عالمِ اضطراب میں لب پہ سوال آ گیا  
 اشکِ ترپ کے رہ گیا آہ لبوں پر کئی کیا کسی پردہ دار کا دل میں خیال آ گیا  
 جلنے لگی نقابِ حق کو ند گئیں وہ بجلیاں آئینہ جمال میں رنگِ بے لال آ گیا  
 رازِ الست کھدیا موجِ نسیمِ صبح نے وجد میں پہول گر پڑے شاخو کو حال آ گیا  
 دشمنِ ہوش بنگیا جن طلبِ نگاہ کا آپ کی جلوہ گاہ میں دل کا سوال آ گیا  
 حشرِ دل نے کر دیا غم کی طرف بے نیاز جوشِ جنوں میں زیرِ پا کوہِ ملاں آ گیا

دارِ سخن ہے ناگوار نحو سکوت ہیں حریف

ثاقبِ خوش بیاں میں کیا رنگِ کمال آ گیا

خوگر رنج نہ تھا مائل سر یاد نہ تھا      دل وارفتہ مرا یوں کبھی ناشاد نہ تھا  
 کس طرح عہد تمنا کا ہوا پھر آغا      حسنِ نظارہ اگر عشق کی بنیا دہ تھا  
 اے چمکتے ہوئے تارویہ کیا کیا تم نے      میں نفس میں تھا مجھے صحنِ چمن یاد نہ تھا  
 کیا کیا تو نے یہ اے میری اُمید موبہم      اُسکو پھر یاد دلایا جو مجھے یاد نہ تھا  
 موت نے ضبط کی کچھ شرم ہی رکھ لی دہ      میں یہ کیونکر کھوں دل مائل فریاد نہ تھا  
 دیکھ کر تجھ کو مری آنکھوں سے آنسو نہ رُکے      ورنہ اے دوست سرِ شکوہ بیداد نہ تھا

اس قدر کیوں غم ویرانی دل ہر ثاقب  
 سرج برباد ہے کیا یہ کبھی آباد نہ تھا

کیا انقلاب دل کوئی اتنا ہو گیا      اک قصر تھا جو عشق میں ویرانہ ہو گیا  
 جوشِ جنونِ عشقِ اول سے بے فطرتی      دیوانہ وہ نہیں ہے جو دیوانہ ہو گیا  
 تھا اک طلسمِ طر فہ مرے دل کا انقلاب      کعبہ بنا کبھی، کبھی تجھ سے نہ ہو گیا

اب ذوقِ فلسفہ ہے نہ ہر کیف و کم کی بحث  
 ثاقب بھی اُس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

او شونخ یہ اثر ہے فقط ایک آہ کا      نقشہ کچھ اور ہی ہے تری جلوہ گاہ کا  
 کیا یادگار چھوڑ گیا کشتیۂ الم      ہے اہل غم میں شور بپا آہ آہ کا  
 دیتا ہوں داد اُس نگہ پر عتاب کی      جس میں ہے لطف کچھ ستم گاہ گاہ کا  
 بھر وحیرہ اضطراب ہے ذوقِ خلش کی یاد      پھر دل کو شوق ہے اُسی تیر نگاہ کا  
 تصویرِ غفو کیوں نہ ہو زیبا بشِ نظر      کھینچا ہے آنسوؤں نے مرقعِ گناہ کا

ثاقب توں کے قبضہ میں ہی وصل اور فراق

ہے اُن کو اختیار سپید و سیاہ کا

پہناں بتوں میں حُسنِ خود آرا نہ ہو سکا      یعنی دُورِ شوق میں پر دانہ ہو سکا  
 تیرے جال میں بھی نہاں اک جلال تھا      مشتاقِ دیدِ محو تماشا نہ ہو سکا  
 ہر چند تیری یاد نے دیں کچھ تسلیاں      بجاِ غم فریب سے اچھپانہ ہو سکا  
 برپا ہے شورِ حشر یہ امید ہے فصول      دل تہام لیں وہ آہ سے اتنا نہ ہو سکا  
 کیا زود آشنائی وہ برقی نگاہ ناز      اظہارِ اشتیاق و ممتنانہ ہو سکا  
 وہ آہ ہوں گہر میں بھی جکی جب تک نہیں      وہ رنگ ہوں جو پھول میں پیدا نہ ہو سکا

ثاقب ضرور کوئی خدا سادات ہے

وہ آپ کا ہوا جو کسی کا نہ ہو سکا

جو کام سخت اس دل ناشائے ہوا	فرہاد اور نہ تیشہ فرہاد سے ہوا
ہر چند جوش گریہ ہوا وجہ اضطراب	پھر بھی سکون دل کو تری یاد سے ہوا
ہر جلوہ ہنگیا چمن آرائے زندگی	کیا کیا نہ محب کو فیض تری یاد سے ہوا
وہ عمر بھر کو ہو گیا شیدائے کیفیت غم	جو روشناس آپ کی بیداد سے ہوا
ہر ذرہ کائنات کا لرزش میں آگیا	ہنگامہ اک نیا مری فریاد سے ہوا
میں اور نیا زسندی درگاہِ حُسن و عشق	اے دوست جو ہوا تری مداد سے ہوا

ثاقب ہے اور جلوہ گہِ حُسن بے حجاب

اتنا تو اسکو فیض تری یاد سے ہوا

مجرع کر دیا مجھے بیمار کر دیا	اُن تو نے کیا یہ لے نگہ یار کر دیا
دیتا ہوں میں دعا دلِ حسرت نصیب کو	جس نے مجھے ستم کش اغیار کر دیا
سویا ہتا اک مریض ابھی لے نسیم صبح	جو نگوں نے تیرے پھر اُسے بیدار کر دیا

ان سُرخ آنسوؤں نے ترے لے سیر غم      صیاد کے قفس کو بھی گلزار کر دیا  
 منت پذیر ہوں میں تری مشق جور کا      اس نے تو دل کو اور وفادار کر دیا  
 ہے ناز ہم کو اپنی متائے عشق پر      دل کو اسی نے تیرا پرستار کر دیا

ثاقب اُداس بہتے ہو دن رات کیلئے

کس کی نگاہ ناز نے سب سار کر دیا

کیوں جنوں خیز تماشائے بیا باں نکلا۔      تار دامن سے تو ہاتھوں سے گریاں نکلا  
 اللہ اللہ یہ مجبورئی پاس الفت      دل سے نالہ بھی جو نکلا تو پریشاں نکلا  
 تجھ کو معلوم ہے لے انجن آرائے طرب      کون محفل سے تری سوختہ سامان نکلا  
 ہم سمجھتے تھے کہ بیکار ہے خاکستر دل      فیرے درے میں مگر ایک بیا باں نکلا  
 برق ناکام گئی سود کی حسرت یسر      جب نہ کچھ خانہ برباد میں سامان نکلا  
 میں سمجھتا تھا جسے عشق میں بے نام و نمود      آج وہ قطرہ مرے اشک کا طوفان نکلا

قمر تھا دل کیلئے نالہ آشفستہ نوا

کیا تری بزم سے ثاقب سا غم بختوان نکلا

فریب عشق کی گلکاریوں پہ ناز نہ کر      بہارِ زخمِ جگر کو چمنِ طراز نہ کر  
 نمودِ جلوہ ہو پیرائے حقیقت میں      کسی کو ہوشِ کمان پر وہ مجاز نہ کر  
 جہاں میں کچھ تو ہے امتیازِ عشق و ہوس      عدو کو پر تو عفت سے پاک باز نہ کر  
 کسی کی راہ میں ہونا ہے ایک نِ پال      دلِ فریفتہ رنگینوں پہ ناز نہ کر  
 بہت قلیل ہیں ثاقبِ حیات کے لمحے  
 دعائے شب سے شبِ ہجر کو دراز نہ کر

اے یادِ شبابِ کفر انگیز      شاہِ شوخ و ساغرِ لبریز  
 مایہِ غم ہو محنتِ سرِ باد      حیفِ آئینِ حسدِ پرویز  
 یہ چمنِ زار اور دلِ بے کیف      یہ گھٹا اور حجام سے پرہیز  
 یاد ہے وہ بہارِ عالمِ عشق      کستِ درتھی ہوا جنوں انگیز

محفلِ کائناتِ وجد میں ہر

جلوہِ دوست ہے کرشمہ ریز

جبے کمالِ ہرے دل زلفِ پریشاں کی طرف      ہاتھ بیساختہ بڑھتے ہیں گویاں کی طرف

تو بتا ذوق تماشا ئے طلسم ہستی کون لایا تھا مجھے عالم اسکاں کی طرف  
 ہائے آہ تو وہ نگہ بھی نہیں اٹھتی ثاقب  
 مجھ دل آشفۃ و برباد و پریشاں کی طرف

دل ہے حقیقت آشنا جلوہ گر مجاز میں  
 دل کو ہے ناز عشق پر دگر بگذر محباز میں  
 خواہش علم ہے فضول حریف غلامی اکھشت  
 آہ یہ بیخودی عشق، آہ یہ سادگی دل  
 خاک سکوں پذیر ہو میری حیاتِ مستعار  
 دل مرا وقف ہو چکا جلوہ رنگ رنگ کا  
 دیکھ لے اس میں ہیں نہاں میری عبودیت کے راز  
 تیری سمجھ سے ہے بلند ہستی راز کائنات  
 گو ہر سکوں بھی ایک چیز پر وہ تڑپ تھی تقرا  
 یا تو اجل کے ساتھ ساتھ آئے سحر کفن بدوش  
 حسن ازل ہے مستتر عشق کو سوز و ساز میں  
 سیکڑوں جلوے ہیں نہاں حسن نظر نواز میں  
 ایک طلسم راز ہے ہستی کا رسا ز میں  
 لطف و کرم کی ہر تلاش حسن جفا طرز میں  
 حشر ہی حشر ہیں نہاں تیری خرام ناز میں  
 ناصیہ سجدہ ریز ہے کعبہ خانہ ساز میں  
 سجدے کے جو نشان ہیں ناصیہ نیاز میں  
 عقل پر کرنہ جبر تو کو شش آفتاب میں  
 ہائے وہ سوزا بن نہیں پردہ دل گستاخ میں  
 یا کوئی بھر کمی نہ ہو میری شبِ راز میں



چھپر کے جھکے تنہا محو طرب ہیں کس قدر      نالہ غم ہے مضطرب پردہ دل کس ساریں  
 کشمکش حیات میں لے اجل اختصار کر      یاس کا رنگ آچا کو شش چارہ ساریں  
 شاقِ محو بخودی جھکے تلاش ہے کہاں  
 سس وہ صدائے دلفریب پڑی لکڑ ساریں

نفس میں عشرت گلش کا سو گوار ہوں میں      اسیر جو رور میں غم بہار ہوں میں  
 فسرہ خاطری درِ رخِ بکیسی کو نہ پوچھ      خود اپنے ذوقِ محبت کا سو گوار ہوں میں  
 خوشی ہر جگہ لے ایک لفظ بے معنی      جہاں میں آہ وہ برباد روزگار ہوں میں  
 سس سنو سنو پس پردہ یہ کوئی کتا ہے      کہ ذرتِ ذرتِ مین سہی کے جلوہ بار ہوں میں  
 یہ مختصر ہے بیاں میرے رنج و حراں کا      رہیں لذتِ غما لے روزگار ہوں میں  
 سکونِ خاطر عکس دنا توں کے لئے      تری نگاہِ کرم کا امیدوار ہوں میں  
 و فور ضبطِ محبت نے کیا کیا تاقب

کہ خامشی پہ بھی رسولے روزگار ہوں میں

چشمِ غبار نہیں وہ دلِ دلگیر نہیں      کیوں میں حشر میں کدوں تری تقصیر نہیں

دیکھنے والے مُرتع کے ذرا غور سے دیکھ      رنگِ نوحں ہر یہ مراثی تصویر نہیں  
 دوسے دُشے کو بناؤں سے اپنے رنگین      دلِ نوحں گشتہ کی کا مل بھی تفسیر نہیں  
 جوشِ گل دیکھ کے کرتا ہوں نفس میں نالے      گو سمجھتا ہوں مری آہ میں تاثیر نہیں  
 میری صورت سے سمجھ لو میری کیفیتِ عشق      وارداتِ غمِ دل درخورِ تقریر نہیں  
 ہو چکا ختم وہ دیوانہ الفت شاید      صبح میں کیوں اترنا لے شبگیر نہیں  
 کر دیا یا س نے اسبابِ جہاں سے فارغ      اب مجھے شکوہ ناکامی تدبیر نہیں  
 کامیابی ہے تری توڑ دے یہ سازِ جمود      خندہ زں پر وہ تدبیر میں تقدیر نہیں  
 اب دگل میں ہے مقید مری ہستی کا وجود      ہاں بظاہر تو مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

چوڑ دے تو دل وارفتہ ناقب کا علاج

چارہ گرا اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں

نمایاں ہیں ستم کی شوخیان رفتارِ دلبر میں      وہ فتنہ کیا جو خوابیدہ ہے آنکھوں میں  
 کہیں برہم نہ ہو جائے نظامِ حشر کا فتر      لے جاتے ہیں اک دیوانہ الفت کو محشر میں  
 تمہاری نے نیارِ سیاهے بیجا نے مٹا ڈالا      اسی اک آرزو کو تھی جو میرے قلبِ مضطرب میں

یہ کیا اک شک نے خانہ خرابی کی بنا ڈالی  
 کہ باقی ہیں ابھی تو نصرت قلم دیدہ تریں  
 ہجوم خلق کا پردہ بنا ہے جوش حیرانی  
 نگاہیں کس طرح ہوں روشناس جلوہ محشر میں  
 وہ محروم تنہا جسکی قسمت میں نہ ہو راحت  
 تلاش مدعا کس طرح کرتا غم کے دفتر میں  
 مکمل اب بے فی کیفیت شان جنوں میری  
 کہ ٹکڑے ہیں گریباں کے مئے و اماں محشر میں

دربان دادخواہی ہو کر ناقب آہ کے شعلے

بگولے ترش ہیں دامنِ صحرائے محشر میں

یا وہ جذبات فنا اہل گلش میں نہیں  
 روح کی جوش آفرینی یا مرے تن میں نہیں  
 جلنے آسودہ ہو میری شعلہ سالانی کا ذوق  
 وہ تپش اندوزیاں اس برق میں نہیں  
 اے نسیم صبح اک افسردہ خاطر کے لئے  
 کوئی تسکین کا ذریعہ تیرے داس میں نہیں  
 مشتعل ہو میرے دلمیں خانہ ویرانی کی آگ  
 برق تیری روشنی جبے نشیں میں نہیں  
 پہچانی محفل شاد میرے ذوقِ عشق کی  
 سرخیِ خوب رنگِ باں نوکِ سوراں میں نہیں  
 زہرے زینت خاکِ لگی دس جزم عشق کی  
 خوں کی گلکاریاں بھی جیسے داس میں نہیں  
 ادھر بچا کر جانے والے اپنا داس قبر سے  
 خاک بھی ہستی کی میری میرے دفن میں نہیں

کر دیا ہے میں نے خود آہوں کو اپنی بے اثر کون سی تاثیر ورنہ میرے شیوں میں نہیں

جنہی گلکاری کا سماں امنِ ثاقب میں ہے

دہر کی اتنی بہا میں صحنِ گلشن میں نہیں

ظلم کر ظلم مجھے شکوہ بیداد نہیں خوگر ضبط ہوں منت کش منسریاد نہیں

شاد ہوں شاد مجھے شکوہ صیاد نہیں ظلم کرتا ہے گمراہ منسریاد نہیں

پھر بھی آمادہ فریاد ہوں اللہ بے جوش جاننا ہوں کہ مجھے طاقتِ فریاد نہیں

لما جلنا ہے مے گھر سے یہ ویرانہ دشت یہ نہ سمجھو مجھے غربت میں وطن یا د نہیں

میں ہوں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام وہ سمجھتے ہیں کہ اب طاقتِ فریاد نہیں

ایک بھولا ہوا افسانہ ہے ایامِ شباب ہائے آغاز محبت مجھے اب یاد نہیں

مجھ سے میرے دل پر یاد کا انجام نہ پوچھ رحم کر رحم کہ اب طاقتِ فریاد نہیں

حالِ زارِ دلِ غمزدہ کہوں کیا ثاقب

اب تو گدہ بنی بانیں مجھے کچھ یاد نہیں

وہ امیدیں انکی بربادی کا سماں ہو گئیں چاروں بھی جو دل عاشق میں مہیاں ہو گئیں

ملنے ملنے یاد گاریں وقف نسیان ہوئیں  
 ابد وہ اگلی صحبتیں خواب پریشاں ہوئیں  
 مخلصی پائیگی کیا دابستگانِ دلفن یار  
 یہ بلا کتنی ہستیاں مانوس ندان ہوئیں  
 پہیلی پر دون کی کثرت بے حجابی کی طرف  
 غفلتیں جھکوسبق آموز عرفاں ہوئیں  
 کر دیا ناکامی قسمت نے محروم اثر  
 چند آہیں دل میں تھیں وہ بھی پریشاں ہوئیں  
 حسن کی شاں تغافل نے کیا محروم دید  
 مختصر یہ ہے ہمارے دل کی بربادی کا حال  
 کیا کیا بھی ہو جائیگا دل کی طرح  
 چند بونہیں پھر سرخشاں نمایاں ہوئیں  
 یہ کسی نے روح پہونکی یاد دیا درس فنا  
 آج کلیاں باغ میں جتنی تھیں اُس ہوئیں  
 فوج کرنا سخت جاں کا کھنڈر دشاو اٹھا  
 صبح پہ سو سو بار وہ دلفیں پریشاں ہوئیں

مثل غالب جوش گر یہ کار ہا ناقب اگر  
 ”دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں“

حقیقت عالم ہستی کی اہل سمجھتے ہیں  
 فنا کے ذوق میں ہر طرحے کو باطل سمجھتے ہیں  
 سکون یاس کا ہونا ہے ہستی سے جدا ہونا  
 محبت میں اسی کو موت اہل سمجھتے ہیں

تھکا کر جس جگہ راہ طلب نے روک کہا ہے  
 اسی کو ہم دُورِ عشق میں منزل سمجھتے ہیں  
 نگہ کی شعلہ کاری خود ہو کہ میں نہ آجائیں  
 یہ مومیں ہیں جنہیں غفلت ہم سہاگل سمجھتے ہیں  
 وہ غم ہے غم جسے ہم جانتے ہیں مگر دل  
 وہ دل ہے دل جسے کوئین کا جہل سمجھتے ہیں

ادل سے رازدار سہتی بے بودِ حُنا و تبت

خواباتِ مفاں میں ہم اُسے کامل سمجھتے ہیں

اب آشنا کے عرضِ تنہا زباں نہیں  
 کیا لطف ہے کہ حرفِ ہوس درمیاں نہیں  
 بیدارِ حُسنِ یار سے میں بدگیاں نہیں  
 کیا پوچھتے ہو کیوں مرے لب پر فقاں نہیں  
 تم کیا گئے کہ رنگِ زمانہ بدل گیا  
 گویا وہ اب زمین نہیں آسمان نہیں  
 لیتا ہے دل ہی کچھ مزہ کا ہنسِ نازق  
 لذتِ شناس درِ وِ محبتِ دباں نہیں  
 جو کچھ ہوا وہ دل کا غلط اضطراب تھا  
 حاشا نگاہِ ناز سے میں بدگیاں نہیں  
 وہ آہِ شعلہ بار ہو یا دماغِ سوزِ غم  
 خوش ہوں کہ بے چراغِ مرا آشتیاں نہیں  
 ممنوں ہوں میں اُسے ترا وِ حُشتِ خیال  
 آزاد ہوں کہ فکرِ جہاں ہم غمناں نہیں  
 جب عشقِ خام تھا مجھے احساسِ درد تھا  
 اب کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہے کہاں نہیں

اُن سے فریب عشق کہ میں انکے سامنے ہوں اس طرح خموش کہ منہ میں زبان نہیں  
 اک نل پہ منحصر ہے بساطِ نشاط و ہر یہ شادمان نہیں تو کوئی شادمان نہیں  
 دیتا ہوں داد اس دل صبر آرزو کو میں جو ناامید تو ہے مگر بدگساں نہیں  
 کیوں ایک ہی نگاہ میں ثاقبِ ترکِ ش

یہ القات دوست ہے کچھ امتحان نہیں

تسکین مرگ بھول گیا اضطراب میں اللہ بڑ گیا مراد دل کس غدا میں  
 اللہ رے فرغِ رخ برق تاب میں مستی میں ہے شباب کہ مستی شباب میں  
 لے دستِ شوق آج وہ کئے ہیں خواب میں دامن چھوٹ جائے کہیں اضطراب میں  
 ہر نقشہ خیال بنا اور مٹ گیا امیداب کہاں دلِ بغاۂ خراب میں  
 جو یلے عیش و طالبِ احتسین ہوں اک لطف آ رہا ہے مجھے اس غلاب میں  
 بیگانہ قرار ہوں امید و یاس سے اک کشمکش ہے اس دلِ خانہ خراب میں

میتابی منسراق کا عالم نہ پوچھیے

دانا ضبط بھی ہے کفِ اضطراب میں

تری خاطر سے یہ ہم لے ستم ایجا کرتے ہیں کہ اپنے دل کی دنیا آپ ہی برباد کرتے ہیں  
 تیرا خواب جوانی کا یہ ہے پاس ادب ظالم جبکہ دھی رات آتی ہے تو ہم فریاد کرتے ہیں  
 تجھے بھی کچھ خبر ہے عہد و پیمان ہونے والے کہ ہوش نا ہے جب ہم کو کھجی کو یاد کرتے ہیں  
 معاذ اللہ یہ مجبوریاں آدابِ الفت کی کہ اپنے دل کو ہم لذت کشن میدا کرتے ہیں

فضا میں کیوں تلاطم ہو اُن کیوں میں لٹا ہیں  
 اسیراں بلا کس کو قفس میں یاد کرتے ہیں

اور خاطر میں تری کیا ستم ایجا کروں تری بیدار پہ صدقے دل نا شاد کروں  
 دل میں آتا ہے کہ دنیا نئی آباد کروں بیٹھ کر گوشہ عزلت میں تجھے یاد کروں  
 ہو چکا نذر وہ پہلے ہی جھٹکے سہم دل کو اب اور میں کیا غوگر بیدار کروں  
 شگفتگی آہ وہ اب سحتِ دنیا سے خیال کس طرح اس دل ویران کو میں آباد کروں  
 کہیں یہ ہم نہ ہوشیرازہ نظمِ عالم دردِ جی میں یہ آتا ہے کہ نہ یاد کروں

مفت میں کیلئے نثرِ سندہ تاثیر ہوں میں

گرا اثر ہومری آہوں میں تو فیر یاد کروں



طرفِ فریبِ میدِ بد جلوهٔ روتے یارِ من      گاہِ سکونِ دل بود گاہِ بد و قرارِ من  
 چند عناصرِ است این گلشنِ کائناتِ را      نقشِ من و نگارِ من رنگِ من و بہارِ من  
 بزمِ تلونِ جفا و نفعِ خودِ دستِ داو      حیفِ بختِ خوںِ تند این دلِ بقا و من  
 خندہ و لکشاے تو موجِ شرابِ می کشد      چشمِ سیاہِ مست تو تازہ کند خارِ من  
 کارِ بختیم رسیدنِ غمی طنیتش چو دید      غمِ زحیدِ میکند نالِ دلِ نگارِ من

گلشِ ثاقبِ حریفِ زاتش غمِ خراب شد

بادِ سہموم شد وزانِ سر و شدہ بہارِ من

مٹا کر اپنی ہستی کو غبارِ کارواں کر لوں      نشانِ اسکا لیکھا پہلے خود کو بے نشان کر لوں  
 بہت مشکل ہو پوری شرحِ غمہائے نہاں کر لوں      اگر و جدانِ کیفیات کو بھی ہنرِ باں کر لوں  
 یہاں تک ل میں پیدا و صحت کو نیک کر لوں      کہ تیرے درد کے ہر لطف کو دلیں نہاں کر لوں  
 فضا ئے دل کا اک لک ذرہ یہ تعلیم دیتا ہے      کہ ہر رسالت کو میں منتقل اک ناستاں کر لوں  
 ٹھہر جا ایک لمحے کے لئے اے شوقِ نظارہ      ذرا میں دل کی طاقت کا تو پہلے امتحاں کر لوں

نہیں گر خصلتِ سیرِ حمن کچھ غم نہیں ثاقب

میں اپنے سرخ انگوٹھے نفس کو گلستاں کروں

چارہ گر آئے ہیں کب کچھئے سمجھانے کو      جب نہیں ہوش بھی باقی ترے دیوانے کو  
 شمع نے بزم میں کیا جانے کیا اُس سے کہا      کہ سرِ شام ہی نیند آگئی پروانے کو  
 خام ہے خام ابھی تیری تمنائے جلال      اور تاریک بنا مل کے سیدہ خانے کو  
 ہو چکی دہریسِ کال مری سوائے عشق      کاش سنئے کہی تم بھی مرے افسانے کو  
 ایسی کس کام کی محمود تری بت شکنی      حبیۃ تو توڑ سکا دل کے صغنائے کو  
 یہ وہی دل ہے کہ آتے ہوئے ڈرتی تھی اُمید      کر دیا کس نے گلستاں مرے کاشانے کو  
 رفتہ رفتہ دل غم کو شش بہل جائیگا      جاؤ جاؤ سنو تم مرے افسانے کو  
 جب کہی جا کے سناتا ہوں انہیں قصہ غم      جذبہ شوق بڑا دیتا ہے افسانے کو  
 ہو چکی تھی مری اُمید وفا بھی تاریک      کر دیا کس نے منور مرے کاشانے کو  
 ایسے بالوس کو کیا دیگی فریبِ دنیا      دیست کار از سمجھتا ہو جو مر جانے کو

نیند آئی جو اسے وقتِ سحر لے تا قُب

لے لیا شمع نے آغوش میں پروانے کو

جو میں نشانِ کرم بھی کہیں مستور نہ ہو      ستمِ دوست سے نالاں دلِ مجبور نہ ہو  
 سعیِ مشکور نہ ہو دل سے المِ دور نہ ہو      ہائے مجھ سا بھی جہاں میں کئی عینِ نور نہ ہو  
 شوقِ اظہارِ تمنا لے جاتا ہے مجھے      ہمنوا اور جو سننا انہیں منظور نہ ہو  
 نغمہِ عیش ہے امتیہِ صدا لے ماتم      دیکھ اتنا دلِ مدہوش تو مسرور نہ ہو  
 کاش وہ صحنِ گلستان میں نفس ہی رکھے      یہ بھی شاید مرے صیاد کو منظور نہ ہو  
 دور کیوں جاتے ہو تم دیکھ لو دل ہی میں کلیم      یہی ناچیز سی شے جلوہ گہ طور نہ ہو

اس کی بربادیِ دل پوچھنے کیا بڑا ثواب

لب ہلانے کا بھی جس شخص کو مستِ دور نہ ہو

نہ ہوں میں ظلم کے قابل ہے تابِ نفاق مجھ کو      دعا دیتا ہوں اب میں آسماں کو آسمان مجھ کو  
 وہ عالم ہے کہ ملتا ہی نہیں اپنا نشان مجھ کو      لے جاتی ہو میری بخود ہی یاد کیاں مجھ کو  
 فنا کا ذکر ہی کیا زندہ باش لے مرگِ یوسی      ملی ہے تیرے صدقے میں حیاتِ جاں مجھ کو  
 نہ اب میں ہوں نہ عالم ہے نہ عالم کا نشانِ تانی      تصور نے ترے لے دوست پہونچا کیاں مجھ کو  
 تیرا بیمار سونے شمع کس حسرت سے تکتا تھا      اشارہ تھا کہ سمجھو رات بھر کامیہاں مجھ کو

چلو اچھا ہوا دل تنگیا جب گرا چکا ثاقب

کہ اب باقی نہیں اندیشہ سود و زیاں مجھ کو

دل خوگر تپش نہ ہو درد آشنائے ہو اب مدعا یہ ہے کہ کوئی مدعا نہ ہو

جھگڑتی ہے بہر سجدہ، جبینِ نیا دیکوں حیرت سے دیکھتا ہوں ترافتش پانے ہو

رنگینیاں جراتِ دل کی نہ دیکھے میری طرح بھی کوئی شہیدِ حُسن نہ ہو

ایسی کبھی بہار میں رنگینیاں تھیں شاید کسی کا خونِ تمنا لانا نہ ہو

دشوار ہے کہ طے ہوں محبت کی منزلیں

حب تک کہ خود ہی جذبہٴ دل رہنا نہ ہو

خونبارِ چشم کیوں نہ ہو عنوانِ آرزو صرف جنوں شوق ہے سامانِ آرزو

پھر دل کی حسرتوں میں ہے اُمید کی ہنود پھر ہو چلی ہے یاسِ پشیمانِ آرزو

تیری نگاہِ شوق ہے یا برقِ اضطراب تیری آدائے حُسن ہے یا جانِ آرزو

دل میں وہی خلش ہے وہی ذوقِ ناگوار پھر چاہتا ہوں لذتِ پریشانِ آرزو

ہے کارنامہٴ غمِ الفت جگر خراش لکھتا ہے دل کے خون سے عنوانِ آرزو

پر جوش و لولوں کا لاطم ہے موجزن اس مختصرے دل میں یہ طوفان آرزو

مٹنا کسی کے غم میں دلیل حیات ہے کتنا ہے دلفریب یہ عنوان آرزو

مناقب کسی کی یاد سے رگ گیں ہوش

پہناں میں دل میں غائبان آرزو

خدا جانے کہ کیا انجام ہو پھر کشتہ غم کا ذرا ٹھہرو ٹھہر کر رقصِ سبیل دیکھتے جاؤ

ابھی تو آنسوؤں میں خون کی ٹھری سی آئی ہو ذرا گلکاری خونناہ دل دیکھتے جاؤ

تمہیں معلوم ہو جائیگی بربادی مرے دل کی کہ جس میں تم رہے ہو اب وہ تہل دیکھتے جاؤ

نہ دیکھا ہو اگر تم نے کبھی ٹوٹا ہوا ساغر تماشا کے شکستِ شیشہ دل دیکھتے جاؤ

نہ جاؤ طور پر موسیٰ کہ وہ بے کیف جلو میں محبت لی زارِ عرفاں ہے مادل دیکھتے جاؤ

نہ دیکھی ہو گی تم نے یاس کی ہنگامہ آرائی

مرے دل میں ذرا ماتم کی محفل دیکھتے جاؤ

زندگی غم کا اپنی اب نہ ماتم کیجئے روح کو لذت کش غمائے میم کیجئے

آدیت کا تقاضا ہے کہ ماتم کیجئے زندگی وقفِ بلائے حسرت و غم کیجئے

مجھے مضر ہے اس میں برہمی کا ناسات      سوزِ غم اور سوزِ الفت کو نہ باہم لیجئے  
 ملاپ رنج و غم سے لیجئے عبرت کا درس      حدیث کی گھڑیاں ہیں قہنی صرف اتم کیجئے  
 مجھے ہاں پھر مجھے گمری نظر سے دیکھئے      کیجئے ہاں پھر فضا کے دل کو برہم کیجئے  
 چکا اب چارہ ناکامی عنہم ہو چکا      اس دل اندوہ گیس کو صرف ماتم کیجئے  
 اب ہر دل بڑھلکی ہے وسعتِ محدود سے      ظاہری عالم سے پیدا اور عالم کیجئے  
 مل گیا اچھا ہوا اک حشر و آغوش تھا      منتشر ذراتِ دل کو اب نہ باہم کیجئے  
 مدبرِ دور پھر شکایت ہائے بیزنگی بجا      پہلے دل کو رازِ سر بستہ کا محرم کیجئے  
 نبلائے کشمکش ہو جائیگی جانِ حزیں      دل کو کیفیاتِ پنہاں کا نہ محرم کیجئے

اضطرابِ قلبِ مضطرب کا یہی ہے اک علاج

دل کے شیرازے کو ثاقبِ آہِ ہم کیجئے

برکاتِ شکرتِ ہمِ آخر میں دنیائے فنا کی      اسی ایک حرف میں دل کے کتابِ داستان کی  
 سکونِ یاس میں بھی ہے دہی اندازِ بیتابی      یہ کس نل کے ہرڑے میں اک قہقہہ کی  
 ہیں تو بخود ہی عشق میں مقصودِ سجدہ ہوا      یہاں یہ ہوش تھا کس کو کہ پیشانی کہاں کی

فسانہ جو چکا تھا عدد و دشین قے نے ای میا د  
نظر کے سامنے کیوں لاکے خاک شیاں کندری  
مری س لغزش مستانہ پر شہار یان صدقے  
جبین شوق بہر سجدہ پیر مغاں رکمدی  
ہمارا تے ہی آتے اس جون فتنہ سالانے  
ہراک گوشہ میں دل کے وسعت کوں گل کردی

ردہ الفت میں ثاقب پختہ کاری کا یہ عالم تھا  
نہ انھی عمر بہر اس در سے پیشانی جہاں کندری

نگاہِ رحم اس پر لے ستم ایجا در ہے دے  
دلِ ناشاد کو لذت کش بیدار ہے دے  
دلِ ناشاد کو یادِ وطن سے شاد رہنے دے  
فلک اس گھر میں اک دنیا کے غم آباد رہنے دے  
صبا خاکِ مزارِ کشتہ بیدار رہنے دے  
ارے کچھ یادِ گارِ حسرتِ برباد رہنے دے  
یہ مانا میں نے دلکش ہیں مناظرِ شامِ غربت کے  
مگر چہ چین سے مہجک و وطن کی یاد رہنے دے  
مینِ ناکام تمنا ہوں میں یا یوسِ مدا ہوں  
مجھے وقفِ الم اے کوششِ برباد رہنے دے  
تمنا کے نشین ہے نابِ پروا کے آوازی  
نفس ہی میں مجھے لند اے صبا در بندے  
جسے تم زندگی کچھ ہو وہ اک مشتر غم ہے  
کہاں ممکن دلِ بقیاب مہجک و شاد رہنے دے  
ترے الطافِ بید ہیں مری ہمتید بربادی  
یہ رحمِ پستم لے بانی بیدار رہنے دے

محبت بھول برساتی ہوا کر میرے دفن پر

گر شاید یہ منظر حیرت بے بنیاد رہنے دے

جب کبھی مٹ کر دیا تو نے درد کو کر دیا دوا تو نے

میں ہوں مہمون لے جفا پیشہ دل کو غم آشنا کیا تو نے

میں اُسی ابتدا کی ہوں تمہید جس کو لا انتہا کیا تو نے

اک مسرت ہے غم میں بھی حاصل کر دیا غوگرِ حبس تو نے

صاف آتی نہیں ہے اب آواز نزع میں آہ کیا کہا تو نے

وجہ لٹکینِ دل ہوا جب درد درد کو کر دیا دوا تو نے

بڑھ گیا اور بھی حجابِ نظر عام حبلوہ اگر کیا تو نے

منکشف کر دیئے حیات کے راز خوب جب آزمایا تو نے

سُن کے مجھ سے مری حکایتِ دل کیا کیا مٹ کر دیا تو نے

وجہ ماتم ہے حاسدوں کے لئے مجھ کو جادو نوا کیا تو نے

تیری ہمت پہ آفریںِ ثاقب



تہا جہول میں وہ گدیاتو نے

کال جب اُن کے حُسن کی تشہیر ہو گئی      دنیا تمام عشق کی تصویر ہو گئی  
 یہ احتیاد صورت و معنی تو دیکھئے      تصویر عشق، حُسن کی تصویر ہو گئی  
 اے بے ادب یہ غدر بھی ہندیبے کوئی      جوشِ کرم کو دیکھ کے تقصیر ہو گئی  
 اشکوں نے خشک ہو کے دیا آج یہ پیام      پوری کتابِ عشق کی تفسیر ہو گئی  
 پھر حُسن بے حجاب نے حیراں بنا دیا      پھر تنگ میرے پاؤں کی زنجیر ہو گئی

نائبِ نوازشِ نگہ سحر کا رے

کتنی مرے فسانے کی تشہیر ہو گئی

مدد اتنی تو کر لے جذبہ در دہناں میری      تمنا ہے وہ میرے مُتھڑے لیں داستانِ میری  
 کسی دن دیکھ لینا رنگِ لائیکیِ فغاں میری      بگاڑیگا کہاں تک بات تو اسے آسمانِ میری  
 غمِ دنیا و دیر سے کیا تعلق میں میکش ہوں      کہ ہے خاکِ شفا خاکِ در پیرِ مغاں میری  
 محافِ لے ہضمِ انِ قفسِ جبرمِ نواں میری      ابھی نا آشنا سے ضبطِ الفت ہے فغاں میری  
 وہ محفل ہے کہ نائبِ امتحاں گاؤں مجھ سے

## نگاہِ فتنہ زا اُردن کی ہجیانِ ناتواں میری

بے جمال، رنگِ گفتار ہونہ جائے      اب عرضِ شوق بھی مجھے دشوار ہونہ جائے  
 یہ یاں و کاہشِ عنائے جاگل      ڈرتا ہوں روحِ جسم سے بیزار ہونہ جائے  
 نہ نشاطِ درد کی بھی کچھ خبر نہیں      اتنا بھی کوئی محوِ غم یا رہونہ جائے  
 میں ہے دردِ آنکھ میں آنسو لبوں پہ آہ      کیوں زندگی سب راق میں دشوار ہونہ جائے  
 سناخیاں نسیمِ سحر اس قدر نہ کر      وہ مستِ نازِ خواب سے بیدار ہونہ جائے  
 نہیں جھکی ہوئی ہیں تبسمِ لبوں پہ ہے      اس کشمکش میں حبان کو آزار ہونہ جائے  
 ثاقب یہ زورِ طبعِ خدا داد ہے اگر

پھر کس طرح سے شہرتِ اشعار ہونہ جائے

سا آسماں کو دیکھتا ہوں آسماں مجھے      اچھا ہوا کہ بول گئے مہرباں مجھے  
 نس ہو گیا ہوں کچھ ایسا ففس سے میں      آتا نہیں ہے یاد بھی ابکِ شیاں مجھے  
 قت نہیں کہ ضبطِ کردوں را دِ غمِ گر      خاموش کر رہی ہے یہ میری زباں مجھے  
 سا پھر تو جلوہ بار ہوا ہے برقِ طور سود      ہاں ہاں ابھی ہے حوصلہ امتحان مجھے

مرکز ہی شکش ہے وہی حُسن و عشق کی دینا پرے نہ حشر میں بھی امتحان مجھے  
 میرے لئے مرقعِ عبرت ہے کائنات اک درس لئے رہی ہے ہمارے خزان مجھے  
 جب طاقوتوں نے میری مجھے دیدیا جواب پھر کیا پکار تاجر بس کاروان مجھے  
 ناآب کسی سے اپنی تباہی کا کیا لگ  
 خود ہی جستجو نے کیا بے نشان مجھے

ہم صغیر و نہیم تادہ مرے شیون میں ہے میں گرفتارِ قفس ہوں اور قفسِ گلش میں ہے  
 دیکھ لے میرے دلِ برباد کی ہے یہ سلا خون کا ناچیز قطرہ جو تے دامن میں ہے  
 دیکھ اس کو برقِ مضطر تو نگارہِ رحم سے میری قسمت کا سیل ک دانہ اس میں ہے  
 میری نظریں کس طرح دیکھنی لگی تجھ کو مفضل کاش ٹھجائے وہ دم جو تے دامن میں ہے  
 جل بہا جو دل میں تھا صبرِ مشکب و برقِ حُسن اب فقط اک مشتِ خاک سنِ خستہ خرم میں ہے  
 نقشِ کامی مٹے سنگِ لحد سے کس طرح یعنی اک نیلے حسرتِ سیراس میں ہے  
 جانتا ہوں میں اسی کو حاصلِ صد زندگی ہاں وہ اک طوقِ محبت جو مری گزرن میں ہے  
 دیکھ لے میری تپشِ اند و زریوں کا یہ ثبوت دل کی بتیابی کا نقشہ برق کے دامن میں ہے

لہو دل کا جوتہ سہرا یہ دازِ زندگی کچھ ہے میری کتیتیں میں کچھ ترے دامن میں ہے

دل مرا ثاقب ہی خود ہے مرکزِ انوارِ دوست

کون سا مخصوص جلوہ وادیِ یمن میں ہے

تنگوئے عشق بھی گویا طلسمِ راز ہے جبکا آغا و انتہا ہے انتہا آغاز ہے

ل صدائے کیف پر وراک لڑائے سڑی میرے ہزارِ نفس میں زمزمہ پر داز ہے

مازِ دل ہی پر نہیں ہے منحصر نالہ مرا جس صدا میں درد ہو میری وہی آواز ہے

لے مغنیِ ادل پھر کوئی نغمہ جاں گداز پھر ہر اک ذرہ جہاں کا گوشِ بَرادار ہے

شیاں بھی سامنے ہے، رخصتِ صیاد بھی ہاں گردِ ذوقِ اسیری مارِ بے پروا ہے

لے سمجھ لے کاش تو میرا آلِ زندگی میرے شہِ پیر میں ابھی تک قوتِ پروا ہے

ہوں ہے بتیابی تجھے وہ کوئی ہن بجلیاں ہاں ادب لے دل قریب انکی حریمِ ناز ہے

شاعریِ ثاقب کی ہے جس طرح اک سترِ حیات

سہٹی موعوم بھی اس کی طلسمِ راز ہے

ایامِ رگِ عدو نے شکستہ حال مجھے ملاں دیکھ کے اُن کا ہوا ممال مجھے

میں کس غریب کی تربت کا سبزہ ہو یا رب  
 داد کس لئے کرتا ہے پائمال مجھے  
 ضرور تم دل بتیاب کو سٹا دینا  
 تربت تربت کے یہ کرتا ہو پائمال مجھے  
 ٹھہر ٹھہر تجھے جلد ہی پڑی ہے کیوں موت  
 ابھی تو دوست کرتا ہے عرض حال مجھے  
 کیوں سکھاتا لگے ہوں وہی تربت دل کو  
 اپنے دل پہ یہ ہوتا ہے اقبال مجھے  
 چھپا ہوا میری رگ میں نشترِ غم ہے  
 ذرا سمجھ کے کریں آپ پائمال مجھے

ہر ایک چیز میں جلوہ اسی کا ہے ثاقب  
 ازل سے دل میں ہر شے کا خیال مجھے

غنماۃ الفتن کا معنوں بس اتنا ہے  
 مایوسی و نا کامی اکسبِ تمنا ہے  
 ہر سمت مجھے اس کا جلوہ نظر آتا ہے  
 ہاں بزمِ تصور بھی کیا بزمِ تماشا ہے  
 سو زخمِ فرقت سے یہ حال ہمارا ہے  
 جو سانس ہے شعلہ ہے جو اشک ہے چھپا لایا ہے  
 نظارہ کی حسرت میں اپنے کو فنا کر دے  
 ہستی تری دیوانے اس حسن کا بڑا ہے  
 لردش سی فلک کے ہے جنبش ہی زمین کو ہے  
 یعنی مرے نالوں سے عالم تہ بالا ہے  
 آفت چاند کی یہ کرنیں کچھ یاد دلاتی ہیں  
 اس وقت لگا ہوں میں اک حسن کی دنیا ہے

بخور ہوں کچھ ایسا میں کیفیتِ الفت میں معلوم نہیں مجھ کو کیا میری تمنا ہے  
کچھ نیند سی آئی ہے بیمارِ محبت کو اب حال نہ تم پوچھو جیسا جس چاہا ہے  
یہ ذوقِ خودی شاقب جو چاہے کرے وہ

ہر قطرِ حقیقت میں خود آپ ہی دریا ہے

دیکھیں کرشمہ اُس نگہِ بحرِ کار کے مت اُل نہیں جو گردشِ لیل و نہار کے  
پھر کشکش میں پڑ گئے دیوانگانِ حُسن آثار ہیں کچھ آمدِ فضلِ بہار کے  
پھر سامنا ہے اُس نگہِ برقِ پاش کا سب امتحان ہیں سب گدازِ غدار کے  
جامہِ درمی کی وجہِ جنوں ہے نہ فضلِ گلِ یہ سب کرشمہ ہیں نگہِ بحرِ کار کے  
کرتا ہے بار بار طوائفِ حرمِ نادر دیکھے تو حوصلے کوئی میرے غبار کے  
لے انقلابِ کل جو تھے سرمایہٴ نشاط ہیں ناگوار آج وہ جو نکلے بیمار کے  
بلبل ہے نالِ ریز تو گلِ سینہ چاک ہیں یہ بھی ہیں شعبدے چمنِ روزگار کے  
ناکامیِ حیات کو اُس سے نہ پوچھیے جو اپنے دنِ قفس میں گزارے ہمار کے

شاقب نظامِ حشر کے سرمایہ دار تھے

## یہ چند انقلاب دل بے قرار کے

دنیا میں حشر و نشر کا سماں کئے ہوئے      آتا ہے کوئی بال پریشاں کئے ہوئے  
 چہرے حریف جلوہ گرِ عامِ دل مرا      اجڑائے زندگی کو پریشاں کئے ہوئے  
 پھر لکھ رہا ہوں اُن کو میں دل کی کتابیاں      خونِ جگر کو زینتِ عنواں کئے ہوئے  
 پھرتیں ہیں لذتِ درِ جگر ہوں آہ      بربادیِ حیات کا سماں کئے ہوئے  
 پھر جا رہا ہوں جو ششِ انہارِ عشق کو      سینے پہ اپنے دُخمِ نمایاں کئے ہوئے  
 پھر لے چل رہے کوئے بتاں میں ہوائے شوق      شیرازہ خیالِ پریشاں کئے ہوئے  
 اے چارہ سازِ شدتِ ذوقِ تپش نہ پوچھ      سینہ میں کیسی آگ ہوں تنہاں کئے ہوئے  
 بیٹھا ہوا ہوں اپنے ہی خونِ جگر سے میں      داناں و آستین کو گلستاں کئے ہوئے  
 دیوانے تیرے حشر میں آئے ہیں اس طرح      داغِ جگر کو شعلہِ بڑاں کئے ہوئے

حیرت سے دیکھنے لگے ثاقبِ اہلِ حشر

ہو نچا جو چاک چاک گریباں کئے ہوئے

یاد آئی دشت میں زنداں کی ہادی بھئی      آج ہے شامِ اسی صبحِ آزادی بھئی

شیاں میرے لئے ہو گا چن ہی میں قفس  
 دے گیا صیاد اگر قیدِ آزادی مجھے  
 بے حقیقت ہے یہ سب قیاس و سلاسلِ خیال  
 لے اڑ گیا ایک دن یہ جذبِ آزادی مجھے  
 بستی کی پابندیوں سے پائیں ہا دھمتیں  
 کیا دکھائے دیکھئے اب ذوقِ آزادی مجھے  
 سیری آنکھوں میں ہے نقشہٴ صحبتِ احباب  
 ہے شیرِ قید میں بھی لطفِ آزادی مجھے

کیا کیا اس حُسنِ حیرت دانے ثاقب کیا کیا  
 بخود کی لاکے اک زنجیر پہنا دی مجھے

سہما سب اپنے اپنے آئیاں دیکھا کئے  
 اور ہم حُسنِ ادائے باغیاں دیکھا کئے  
 کس قدر دہوکے دیئے تو نے فریبِ جستجو  
 آپ ہی اپنے قدم کے ہم نشاں دیکھا کئے  
 ناتوانی بھی عجیب اُفتادِ عجزِ خیر تھی  
 دیدہٴ حسرت سے گردِ کارِ رواں دیکھا کئے  
 کس قدر وہ رات بہاری تھی ترے پیار پر  
 چارہ گر اٹھ اٹھ کے سوائے آسمان دیکھا کئے

راتِ نیجاہ میں ثاقبِ جوشِ مئے تھا کس قدر

ہم بھی فیضِ بہت پیرِ مناں دیکھا کئے

وہ نگاہِ نازِ ساقی جو عددِ مئے ہوش ہے  
 حاصلِ صدِ آرزو ہے باعثِ صدِ جوش ہے



آرزوئے وصل ہے آرائشِ نیرِ حیا  
 انتظارِ صبحِ محشر یا دگارِ دوش ہے  
 کون بخود ہو گیا کس پر گری برقِ حیا  
 کیا تجھے بھی اوتفا فل آشنا کچھ ہوش ہے  
 اُتِ شبِ غم کی اُداسی تجھے لے بہم نہ پوچھ  
 اک چراغِ آرزو تہا وہ بھی اب خاموش ہے  
 کس کا غم برہم زینِ ہنگامہ مُحفل ہوا  
 کیوں اُداسی چھا گئی کیوں انہیں خاموش ہے  
 اپنی آنکھوں کی قسم تجھ کو ابھی آنکھیں نہ پھیر  
 ہاں ابھی لے ساقی ذی ہوش تجھ کو ہوش ہے  
 اب وہ نلے نہیں نہ وہ اراں نہ وہ سوز و گلزار  
 دل ہے پہلو میں گر افسردہ ہے خاموش ہے

دیکھنے والو ذرا نقاب کی صورت دیکھنا

آہ وہ بکسِ ہجومِ یاس میں خاموش ہے

لذتِ شناسِ جور و جفا کو سزا ملے  
 کچھ تو مری وفا کا سنگِ صلا ملے  
 مین اُن سے شکوہِ بیخِ قافل ہوں کیلئے  
 حبیبِ نالے خود ہی مجھ کو مرے نارسا ملے  
 غافل تو بتکدے ہی میں کر سجدہٴ نیاز  
 شاید یہیں سے راہِ حقیقتِ نما ملے  
 کردوں میں چاک چاک گرِ بیانِ دندگی  
 دستِ جنوں کو دل سے تو فرصتِ نما ملے

شماق کی راہِ عشق میں التدریِ محویت

سجدے کئے جہاں پہ ترے نقش پا ملے

ہم رند حسرتِ باقی ہیں لطف کے شیدا ئی      اے ساقی خوش نیت اک ساغرِ مینا ئی  
 بکو بھی دیا اس نے یہ ذوقِ فنا کوشی      جس نے تجھے بخشا ہے اعجازِ مسجائی

ہو ہم سخنِ دشمن وہ خوابِ تحسین میں

اے کاش زمین دیکھوں یہ منظرِ سوائی

وہ دل ملا ہے جانِ تمنا کیوں جسے      نیز نگِ آرزو کا تماشا کیوں جسے

وہ اور پریش غمِ پنہاں درمِ تپش      اک طرزِ دلِ فریب ہے دہو کا کیوں جسے

وقفِ اضطراب ہے یا رہنِ اضطراب      وہ دل کہاں سے لائیں کر اپنا کیوں جسے

اندھوں پہ ہے خرد کا جنازہ لیئے ہوئے      اک موجِ دگر اد کہ سودا کیوں جسے

ہم و گمان سے دور ہیں تیری تجلیاں      جلوہ وہ ہے نگاہ کا دہو کا کیوں جسے

نہ جائے کاش نقشِ فنا بنزمِ دہریں      وہ حرفِ میرے نخت کا لکھا کیوں جسے

شکلِ اُسی کی ہے طغرائے امتیاز      دو چار ملکے عشقِ زین رسوا کیوں جسے

شما قُب شنا و دانِ مہمانی ہوں کیوں حریف

رکتے ہیں ہم وہ طبع کہ دریا کہیں جسے

نگہِ نادکرے شوق سے برباد مجھے	ہے مرادِ ذوقِ نظر اِن فِئرد مجھے
صورتِ حزنِ مثلاًئے ستم ایجا د مجھے	لبِ تصویرِ ہوں آتی نہیں فِئرد مجھے
ہائے وہ عہدِ تنہا وہ مراحِ بکبہ شوق	ایسا بھولا ہے کہ آتا ہی نہیں یاد مجھے
ڈھونڈتا ہوں نظر آتا نہیں اُس کا جلوہ	شوقِ دیدار کئے دیتا ہے برباد مجھے
ہنفس بس مری رو داوتا ہی یہ ہے	رحم آیا انہیں جب کر چکے برباد مجھے
ترے امتِ رار و فنا کو وہ مراد ہرانا	وہ تراناز سے کہنا کہ نہیں یاد مجھے

سخت مجبور ہوں میں ضبطِ اَلَم سے ثاقب

خود مری آہ نہ کرے کہیں برباد مجھے

کہتے ہیں جامِ دل کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کے	کچھ ذوقِ میکیشی نہ رہا اُن سے چوٹ کے
دامنِ چہرے کے ہاتھ سے جاتے ہو تم کہاں	مجھ کو تباہ کر کے مرے دل کو لوٹ کے
کیا خاک اُس سے ضبط ہو جکا متاعِ صبر	یجاے اُن کی شوخِ نظر لوٹ لوٹ کے
وعدہ کیا تا ہم سے گئے اور یہی کہیں	کیا سچ ہے یہ مثل کہ نہیں پاؤں جٹ کے

ہے ہیں لالہ گوں شفق آلودہ ہے زمیں چلے بے ہیں دشت میں لہو چٹوٹ کے

درد ہی کے دم سے تواس ندگی کا لطف راحت ملی نہ پھر مجھے اس غم سے چوٹ کے

ثناقب ہے اور زاویہ معرفت کی سیر

آزاد ہے وہ قیدِ خلائی سے چوٹ کے

لون رو رہا ہے لپٹ کر زار سے مضطر ہے روح گریبے اختیار سے

نہم کے اشک، سبزے کی غفلت گوں کا داغ کیا کیا میں لے چلا چین روزگار سے

نیائے دل میں ایک تلامس سا ہے بپا یوں دیکھتا ہے وہ نگہ شمسار سے

ثناقب ہیں ہیں حسرت و حیران کی یادگار

زندہ ہے نام عشق دلِ مبتلار سے

ہیں یارِ این سے باقی نہ لب تک جام آتا ہے رُلانے کو خیالِ گردشِ ایام آتا ہے

لم رفتہ کی غفلت کا افراتبات ہے لوگوں میں کلیجہ تھام لیتے ہیں جو میرا نام آتا ہے

عسبت کی ہواؤں میں نفس کوئی نہیں فانی یہی گوشِ خرد میں نغمہِ الہام آتا ہے

ماں وہ دیدہ خود میں کہاں سہتی کے نظارے عدم میں ہم کو رہ کر خیالِ خام آتا ہے

کسی کا غمکہ تاریک ہے اندوہ چراں سے کسی کی صبح عشرت تک چرخِ شام آتا ہے  
 چلی الفت کی آندھی خیر ہو یا رنجِ انی کی کہ ہر جنو کا بھانے کو چرخِ شام آتا ہے  
 شبِ عہدہ کہیں ہوتی ہے میاں اہلِ حسرت کی سیہ خانوں میں کب آنکھ چرخِ شام آتا ہے

رہے بخوار کی بزمِ چین کیا دقت ہنرِ ناقب

خوشامستی لہوں پہ نکل بنکر جام آتا ہے

جان دیتا ہوں قفس میں دونوں پر کولے ہوئے حسرت پرواز میں بھی شان ہے پرواز کی  
 رہنمائے شوق کے پائے طلب بھی شل ہوئے اور کتنی منزلیں ہیں حبلوہ گاہ ناز کی  
 اب رہائی کی تمنا ہو تو کس امید پر سلب ہوتی جا رہی ہیں طاقتیں پرواز کی  
 میں قفس کی زندگی کا اس قدر خوگر ہوا رفتہ رفتہ حسرتیں بھی مٹ گئیں پرواز کی  
 محو کر ڈالیں دماغوں سے نشاطِ انگیزیاں داستانِ زندگی یوں عشق نے آغاز کی  
 ابد لے آفرینش میں طہورِ عشق تھا اس کے آگے کچھ نہ پوچھو ہیں یہ باتیں پرواز کی  
 بڑھتی جاتی ہے ادھر صیاد کی شانِ کرم گھٹتی جاتی ہے ادھر طاقت مری پرواز کی  
 پھونکری رگِ گ میں جس نے ایک حقِ ضطرّے ہائے ظالم تھی حری پرش بھی کس نڈاز کی

سامنے ہے آشیانہ اور قفس کا درکلا  
بو چھتے ہو کسی کی حسرت پر داز کی

ذرتے ذرتے میں ہے لے ثاقب وجود کنا

قطرے قطرے میں ہے اک نیا جہان راز کی

تابشِ مہر سے سوا میرے جگر کا دل ہے  
ہے یہی زبِ بزمِ عشق گو ہر شب چلے غ ہے

رُخ سے عیاں ہے شانِ غم گویا تر جانِ غم  
سینے میں آگ ہے لگی دل ہے کہ داغ داغ ہے

تیرے جال کی دلیل پاگئے ہم بہار سے  
تیری ہنود کا پتہ حب لوہ کوہِ وراغ ہے

گلگدہ خیال ہے ایک بہشتِ آرزو  
حسنِ ازل ہے جلوہ یز، سیر کو داغ ہے

میں ہوں کہ زخمی ستم وہ ہے کہ تیغِ آزما

میں ہوں کہ بسملِ ادا وہ ہے کہ باغِ داغ ہے

کیفِ سرور و بادہ پرستی ہے زندگی  
رندِ انست کے لئے مستی ہے زندگی

اعجاز ہے کہ آیدِ فضلِ ببار ہے  
ہر فورۂ چمن سے برستی ہے زندگی

ہاں پھر تو جلوہ بار ہوئے مستِ نازِ سن  
دنیا کے عشق کے لئے مستی ہے زندگی

اب انتشار کا و ششِ غارِ الم نہیں  
اک عالمِ نشاط ہے مستی ہے زندگی

جس میں کہ آچلاتا مرے دل کو ایک لطف تیری اُسی جفا کو ترستی ہے زندگی

آباد اور شاہِ ازل میں بھی ہم نہ تھے ویراں ہے ابتدا سے وہ بستی ہے زندگی

اک لک نفس ہے بخود ہی شوق کا حریف کیا عالم نشاط میں مستی ہے زندگی

مناقب وہ اور ہیں جو سمجھتے ہیں اک ضرر

میرے لیے تو حُسن پرستی ہے زندگی

حسرتِ مرگ ہے اے آرزوئے خام ابھی چاہیے عشق کے آغاز کا اغجام ابھی

بھر کے دن ہیں تڑپ اے دلِ ناکام ابھی سعیِ الفت کا بہت دور ہے انجام ابھی

چند عشاق ہیں مخصوصِ محبتِ لبلی کے لئے حشرِ برپا ہو تو ہو جلوہ گرِ عام ابھی

مالِ شغلِ فشاں ہے کہ ہے وہ جلوہ حُسن کوئی شے برق سی چمکی ہے سرِ بام ابھی

عام ہے محفلِ اغیار نہ بلوؤ مجھے حسنِ پردہ فروشی کا ہے الزام ابھی

قبر پر آنے کا وعدہ ہے تو مطلب ہے اہلِ حرام کو مستی نہ ہو آرام ابھی

بے حجابانہ ہے مناقبِ سراپا لیس کوئی

یہ نہ ہو گا کہ سنوں موت کا پیغام ابھی

رازِ غم چھپنے سکے اشکِ زباں ہو جائے      موجزن دیدہ خونتاپہ نشاں ہو جائے  
 نئے انداز سے ہو جلوہ ناجذبہ عشق      دل میں اندودہ بنے لب پہ نغماں ہو جائے  
 نظر آجائیں فنا اور بخت کے طبعی      اس طرح پیش نظر کون و مکان ہو جائے  
 یہ بھی ہے خوبی قسمت کہ وہ بیگانہ رہیں      عشق کا حال زمانے پہ عیاں ہو جائے

نظرِ اسروز ہو یوں گوہرِ معنی ثاقب

کہ عدد و معتقدِ طبعِ رواں ہو جائے

شوق کی فدا دانی تابِ رخ کا پڑا تھی      حسن کی دلِ فردوسی گرمی تماشا تھی  
 اُف وہ درد کا بڑھنا آنسوؤں کی خنجر باری      اے میری ناکامی عالمِ آشکارا تھی

دردِ غم کی اوجس میں مبتلا رہے ثاقب

زندگی وہ ہاتھ آئی جو الم سرا پا تھی

تیری نگاہِ مست آج بزم میں مئے فروش ہے      رندِ تباہ حال ہیں کس کو سُبُو کا ہوش ہے  
 دیکھ وہ بارگاہِ حسن دیکھ وہ بے حجاباں      اے دلِ حسن آشنا آج تو کیوں خموش ہے  
 مرجائے خیالِ نشتِ جنڈا اے جب الیاں      میرا ہر ایک شعر آج دامنِ گلفروش ہے



اُن سے یہ مہرکاریاں تیرے جمالِ ناز کی دل میں ہے ایک جوش سا پھر بھی نازِ محبت ہے

ماہِ لطفات ہے اُس کی نگاہِ لطف آج

ثنا قہرِ حسد کیلئے محوِ جفا ہے دوش ہے

کہاں لیجاؤں امیدوں کی دنیا بزمِ اکھاں کہ قسمت کو نکمایت ہے فراوانیِ حرام سے

ملا ہے وہ گدازِ عشق و ذوقِ دردِ جانگاہی فضا میں تھر تھراتی ہیں مے جذباتِ نہاں سے

مری ہر سانس ہے ڈوبی ہوئی زہرا نے غم میں حذر ہے چارہ گراں دیشائے فکرِ درماں سے

ترا جلوہ تو بیشک جلوہ بارِ عام تھا لیکن شکایت کر رہا ہوں خود میں اپنی خیمِ حیران سے

خدا حافظ تیرے قلبِ یراں اب خدا حافظ کہ محرومی کو میری دشمنی ہے میرا ماں سے

میں صدقے جلوہ آرا تیرے ذوقِ خود نمائی کے مرتب کر دیا سہتی کو اجڑائے پریشاں سے

میں وہ لذتِ شناسنِ یکسی ہوں گمراہ بس ہو بدل لوں صبحِ عشرت کو میں اپنی شامِ حیران سے

ٹھہر کر دکھیتا جا بکیسی حسنا نہ دیرانی ارے او جانے والے شام کو گورِ غرباں سے

ہر اک ذرہ ہماری دشتِ بیماں کی کاشا ہے سنو گے داستانِ تم ہر اک خارِ بیاباں سے

مجھے بربادیِ آہستی کی کچھ پروا نہیں ثنا قہر

میں پھر ترتیب و نگاہ کے لئے پریشان ہے

اس طرح اپنے عشق کو کامل بنائیں گے      ہر ہر لو کی بوند کو ہم دل بنائیں گے  
اللہ ری عاشقوں کی یہ وقت پسندیاں      ہر سہل کام کو بھی وہ مشکل بنائیں گے  
زخمِ حبلِ گرد کی داغ بھی ملتی نہیں ہیں      تیری نگہ کو ادھر بھی قاتل بنائیں گے  
اب حسرتیں بھی اپنی پیشیاں یاں ہیں      دل کو ہمتاری یا دکی مہتر بنائیں گے

مناقب ملے گا درس مرے بعد بھی یہاں

دشات میری خاک کے کامل بنائیں گے

ہوا ہے سوزِ سارِ عشق، رنگیں داستاں ہم سے      وگرنہ دل تھا مانند شرآتش بجاں ہم سے  
نیستاں آفرینِ کلی دل خاموش کی تربت      نکالی ہزارانے نے نئی طرزِ فضاں ہم سے  
کہاں تک پردہ داری مرگِ شمع کے تاسف کی      تکلمِ ریز یعنی بین تری خاموشیاں ہم سے  
سوئے سوز و ساز درد کیا ہے ہستی عاشق      اثرِ لیتی ہیں حس و عشق کی نیز نگیاں ہم سے  
بہت تخفیف کی تھی خوف سے قاصر کنے میں      کہاں تک مختلف ہونی گروہ داستاں ہم سے  
کبھی جو دل کی حالت کیلئے تسکین کا ساماں      چھپا لیتی ہیں منہاب دیکھ کر وہ بکلیاں ہم سے

گزشتہ واقعہ میں ٹکدہ کے طاق نیاں پر کہان ہٹ ل کے گا دوستی کی داستان ہم سے  
 نہیں معلوم کیونکہ چین آیا ہمسفیرون کو قفس میں بھی نہ چوٹا جب لائیاں ہم سے  
 نظام محفل عالم کا گویا راز کھتی ہیں ارے ادنیٰ محفل یہ تری خاموشیاں ہم سے  
 ہماری سستی موہوم وہ سستی ازل میں تھی کہ ارواح و ملائکہ کا یقین تھا بدگیاں ہم سے

جہاں عشق میں ہم سوختہ سامان الفت ہیں

سہلا پھر لگا کیا ثاقب گہرا کر آسمان ہم سے

عاشقوں کے واسطے جان و تنابن گئے تیرے کوچے میں جبکہ نقش کھ پابن گئے  
 حقیقت رنایے کئے تھے میں نے فرقت میں تری وہ مرے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا بن گئے  
 تم عیاں ہوتے تو رہتی کسی میں طاقت دید کی جب نہاں ہو کر بھی تم دنیا کا جلو بن گئے  
 آفت سے یہ میری نیش کی التاب انگیزیاں اکھڑ میں آنسو جو آئے ایک شعلہ بن گئے  
 کس قدر کامل تھا تیرا جذبہ رحم انسریں اٹک جو نکلے وہ عنوان تمنابن گئے  
 ہنسنیں کیا پوچھتا ہے تو محبت کا آل حقیقت دار مان تھے خار تمنابن گئے

دل کی تباہی کو ثاقب کوستے ہیں اپنی ہم

کیون تری غفل میں آکر اک تماشباں گئے

سکون پذیر اگر دل کا اضطراب ہوا	حیاتِ عشق میں اک طرفہ انقلاب ہوا
رہا اگرچہ ہناں پر وہ ہلے راز میں وہ	یہ میرا ذوقِ نظر کچھ بھی کامیاب ہوا
نگاہِ شوخ رہی بہت کچھ بچلیوں کی تلاش	مگر کبھی نہ مرے دل کا انتخاب ہوا
کہاں تھی ذوقِ کتبس میں دید کی طاقت	مجھے خبر بھی نہیں کب وہ بے حجاب ہوا
مزانہ پوچھے گلچینیِ محبت کا	ورق و ورق مجھے افسانہِ شباب ہوا
یہ تیری جلوہ گری اک فریبِ حیرت تھی	نظر کے واسطے ہر جلوہ اک حجاب ہوا
غلط ہے نازیہ اسودگانِ منزلِ دہشت	ہلاک منزلِ جاناں بھی کامیاب ہوا
نہ یاد آئے زمانہِ عشرت	مجھے وہ عہدِ تنہا خیال و خواب ہوا

غمِ فراق کی روداد کیا کہوں شاق

کسی کے ہجر میں جینا مجھے عذاب ہوا

میں آرزوئے وصل سے بھی بے نیاز تھا	بد تو یہ کس کے حسن کا حیرت نواز تھا
ہر قدم پر عالمِ حیرت تھا مستر	دنیا کے عشق میں یتیم و سدا رتھا

واعظ سمجھ سکا نہ حقیقت کے راز کو      سرگشتہ قیود طلب ہم مجاز تھا  
 میدانِ حشر میں بھی تھی امیدِ التفات      دامانِ آرزو مرا کتنا دراز تھا  
 ادراک سے بلند ہے مفہومِ حسنِ عشق      محمود عاشقی میں سلام ایا رکھا  
 نہ تھا ادل کا ذرہ ذرہ مرا ارتقا میں  
 اک حسن بے حجاب جو جلوہ طراز تھا

حسن کی پردہ دری عشق کو منظور نہیں      ورنہ دامانِ اثر ہاتھ سے کچھ دور نہیں  
 بڑے کے تو جہوم بھی لے شاہدِ معنی کے قدم      دیکھتا ہے تو جسے برقِ طرہ نہیں  
 استعانتِ تری در کار ہے اے ہمتِ شوق      منزلِ شاہدِ مقصود تو اب دور نہیں  
 بے ادب دیکھ یہاں سانس بھی لے لیا ہر دم      حسن کی بزم ہے یہ جلوہ گہ طور نہیں  
 اللہ اللہ یہ تاریکی بزمِ فطرت      نقشِ امید بھی مٹ جائے تو کچھ دور نہیں  
 آؤ دیکھیں تو ذرا چلکے وہاں تک ہم بھی      خاصِ موسیٰ کے لئے جلوہ گہ طور نہیں  
 اپنی ہمت کا دکھانا ہے مجھے بھی جلوہ      ورنہ اے دوست سرِ شکوہ منصور نہیں  
 اک اٹھائے پیرے ہے عملِ دہِ علی      ورنہ فخر ہے انسان بھی مجبور نہیں

اندیشہ تری مست مگاہی ظالم کون ہے بزمین ایسا کہ جو مخمور نہیں  
لوگ کہتے ہیں کہ الحکم جاب الاکبر میری آنکھوں سے تو جلوہ کوئی متلو نہیں

ایک دن وہ تھا کہ رو لیتے تھے دل پر اپنے

ایک دن یہ ہے کہ رونے کا بھی مقدور نہیں

اثر نگینیوں کا ہو گا کیسا پابندِ زنداں پر بہاریں آئین یا بجلی گرے صحنِ گلستاں پر  
اُسی نے جو کڑالی جفاؤں کی غلشِ دل سے جو کیفیت کا عالم تہا ترے حسنِ لہیاں پر  
انہیں تار کیوں میں کچھ حقیقت کی تجلی ہے نہ ہنسائے صبحِ رنگیں تو مری شامِ غریباں پر  
کس تک ارتقا فی منزلوں کا ذکر لے ناواں ہزاروں حسنِ صدقے ہیں کمالِ حسنِ انساں پر  
یہ کیسی پھر بہاریں آرہی ہیں صحنِ گلشنِ مین کہ سُرخ ہے مرے خوں کی ابھی خارِ بیاباں پر  
معاذ اللہ و غورِ یاس و حسرت کا یہ عالم ہے کہ شبنم بھی نہیں روتی ہے اب تک شیداں پر  
مرے شورِ جراحت کے لئے تینگئی سماں مہنسی آتی ہے میرے زخم کو تیرے نمکداں پر  
جلاؤ الہما جس نے وادیِ آئین کے شعلوں سے مدارِ زندگی ہے اب مرا اُس سوزِ میناں پر  
مجھے پروانہ تھی رسوائیاں ہوتیں زمانے میں ستم تو یہ ہے تم نہتے ہو میرے جیبِ دماں پر

یہ ذوقِ معصیت میرا عبادت سے کبھی ارفع ہے      تڑپ جاتی ہے خود رحمت کے معیار عصیاں پر

میرے ہر شعر میں نابی حقیقت کی تخیل ہے

کہ تیرا عکس پڑتا ہے مجھے جذباتِ پنهان پر

شبنم صبح ہو یا مہر کا ہوتا ج زرِ ی      بزمِ ہستی کی غامض ہے تری جلوہ گری

بن گیا پردہ رخِ شوق و ملت کا ہجوم      ہو گئی ماریع دیدار پریشاں نظری

نکھتِ گل کا وہ چپ چپ کے نفس میں آنا      یاد ہے بادِ صبا کی مجھے پیعین ام ہری

تیر بن بن کے جگر پاش ہوئے نالہ رول      ضبط کا نام نہ ہو جائے کہیں بے اثری

کیوں نہ اندازِ جنوں سے ہو محبت کو فروغ      حُسن سے کم نہیں غنوں کے لئے جائزِ ی

دیکھ اچھا نہیں پھولوں کا بکھرا ٹھیل      مست بخود ہے تیرے نغمے سے شلِ شجرِ ی

شاہدِ دُمنے نے کیا ہم سے کہا انا قُب

بن گئی تعارف پر دازِ نوائے سحرِ ی

نہ ہو گا کیا کہی لے کاش آنا بھی مقدس سے      کہ اب ہر مساری آکے میری خاک پر برسے

معاذ اللہ میری وارفتگی کی حد بھی ہے کوئی      نشانِ آشتیاں میں پوچھتا ہوں باوجودِ صر سے

فضائیں اک تلاطم ہے ہوا کہیں رقص کرتی ہیں  
 کہاں تک جد طاری ہے تے رنگین ساغر سے  
 نہ پوچھو ہم سے رودادِ تباہی مختصر ہے  
 بھائی پیاس ہم نے تشنگی میں آبِ خنجر سے  
 اٹھا طوفاں کیسا گریہ ناکا مئی حسرت  
 کرابِ ارباں پشیمان ہیں ہمارے قلبِ مضطر سے  
 ہجومِ رنج تنہائی کا یہ عالم معاذ اللہ  
 ہماری شامِ غم کچھ کم نہیں ہے صبحِ محشر سے  
 وہی ہیں اہلِ غم میں آج تک عبرت کا افشا  
 جو آہیں چند کلی تھیں کبھی اس قلبِ مضطر سے  
 کہاں لائے ہیں اس دیوانہ الفت کو اے قیام

بدل جائے نہ یہ محشر کہیں اک اور محشر سے

اس محبت نے دئے ہیں دیدہ بننا مجھے  
 پست آتا ہے نظریہ عالم بالا مجھے  
 اضطرابِ دل سے اپنے آپ ہر کھٹکا مجھے  
 وہ نگاہِ حشر سماں کرنے سے ر ہوا مجھے  
 ہو چکی تکمیل شاید میرے ذوقِ عشق کی  
 نقشِ مستی کیوں نظر آتا ہے اب بند مجھے  
 موت ہے میرے لئے حبِ حاصلِ صد رنگ  
 پھر فریبِ زیست کیا دیگی تو اے دنیا مجھے  
 جاقا ہوں سخی لا حاصل کو اپنی میں، مگر  
 اک سہارا دے رہی ہے موجِ دریا مجھے  
 منزلِ لغت میں میں دیکھا کیا نقشِ قدیم  
 لے فریبِ جستجو نے دیا دھوکا مجھے



نقطے نقطے میں ہے جبکہ ایک عبرت کا سبق  
 جوش و خروش بھڑکاتا ہے وہی نقشا مجھے  
 روح میں میری ہے جس سے آج تک اک افلاش  
 آج لے دل بھر نظر آتا ہے وہ جلو مجھے  
 حشر تک ہو گا نہ بارِ خاطر احباب میں  
 نیرِ خالق نے دل بے مدعا بخشا مجھے  
 مشکف حجب ہو گئے کچھ اپنی ہستی کے دوز  
 قطرے قطرے میں نظر آنے لگا دیا مجھے  
 گوجوانی جاچکی مرت ہوئی۔ بولا نہیں  
 اس کی رعنائی کا اب تک یاد ہے نقشا مجھے  
 ربط باہم اس کو کہتے ہیں کہ اپنی شکل پر  
 دوست کی صورت کا اکثر ہو گیا دھوکا مجھے  
 تیری پہلی ہی کجی تیل سے ہوں اب تک مرتعش  
 دعوتِ جلوہ نہ دے پھر حُسنِ خود آرا مجھے

ختم ہونے کو ہیں ثاقب کیا یہ انفاسِ حیات

کیوں نظر آنے لگا عالمِ تہ و بالا مجھے

پھر کیا کہوں میں تم سے کہ کیا میلِ حال ہے  
 اک حرفِ آرزو یہ جب اتنا لال ہے  
 اک حُسنِ نیچاب تو ہے سامنے ضرور  
 اب تو ہے یا کہ حرفِ یہ تیرا خیال ہے  
 کیوں دیکھتے ہو محب کو تحیر کے ساتھ تم  
 میں کچھ نہیں ہوں عشق کا سدا کمال ہے  
 سمجھے گا کیا تو فلسفہ مرگ و زندگی  
 ادراک اپنی ذات کا بھی جیبِ ٹال ہے

عشاقِ عجبِ حسن سے خاموش ہو گئے

تیرے جمال میں بھی نہاں اک جمال ہے

جلوہ طرازِ حسن بن چشمِ خیال میں بھی آ

پروردہ فگن ہو کیفیتِ دلِ شیوہِ حال میں بھی آ

خاکِ حریمِ نازِ بنِ دیرِ وصال میں بھی آ

شادی و غم ہوں اک جگہ ہے شہِ شہِ زندگی

مغلِ عیش میں بھی جا کسے لال میں بھی آ

طور کی داستاں بہو تم شعلہِ فروزاں میں

مائیہِ نادرِ بری شانِ جمال میں بھی آ

ت  
با عیا

وابستہ بخودی نظام دل ہے      ساغر کی شکستگی پیام دل ہے  
 پیدا ہے نولے نے سے کیف و مستی      نعمہ نہیں کشف مقام دل ہے

برسات چمن کو وجد میں لاتی ہے      قدرت کی نفس نشو و نما پاتی ہے  
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اگے جو نکتے پر کیف      بھیننی بھیننی گلوں سے بو آتی ہے

مناک فضا ہے اور آئنا چمن      شبنم کی جہلک آئینہ بردار چمن  
 ہیں سبزہ و گل عروس نو کی تصویر      حیرت کدہ ہے کہ نقش دیوار چمن

موج ساغر سے پھوٹ نکلے وہ نور      انوارِ تجلی سے جہاں ہو عجب نور  
 ہو پر تو مئے سے ذرہ ذرہ روشن      خاکِ درخشاں بنے سطرطور  
 میخانہ میں آتوبہ سے بزار بھی ہو      رحمت کی طلب ہے تو گنگار بھی ہو  
 عقبی سے نہ ڈر ہوش میں آؤ ثاقب      کوثر پہ وہی پئے جو میسوار بھی ہو

ہر ذرہ دل ہے آفتابِ توحید      جلوے سے ٹایاں ہے شبابِ توحید  
موجوں میں ہے ماہیتِ اشیا کا سُرائع      اس شیشے میں ہے بند شرابِ توحید

سعادت جو مشاہدے میں پیدا ہو جائے      تیرنگِ نظر صرف تماشا ہو جائے  
دنیا میں یہ انقلاب کی ہے خواہش      میخانہ حرمِ درِ کلیسا ہو جائے

جذبات ہیں کچھ حد سے نکلنے کیلئے      فطرت ہے ساتھ ساتھ چلنے کیلئے  
مذہب ہو معاشرت ہو یا پہلی اخلاق      دنیا ہر چیز ہے بدلنے کے لئے

سے غرق فنا موجِ ابھرنے والی      پلٹی ہے کہیں وفانہ کرنے والی  
اے اہل زمانہ کیا خبر تھی ہم کو      یہ عمر ہے دہو کے میں گزرنے والی  
نشتے میں کسے رازِ خدا ہو معلوم      پردہ بنے بنحو دی تو کیا ہو معلوم  
دریا میں کیا ہے کس نے موجوں کا شمار      کیونکر قدرت کی انتہا ہو معلوم

کو ہر سے سوا عشق میں ہر آنسو ہے      قطرے قطرے میں ذوقِ سیرِ جو ہے  
موجوں کی روانی ہو کہ قندیلِ حباب      پڑتی ہے جہاں نگاہ تو ہی تو ہے

صیاد کے بس میں نہ رہا طائرِ روح      تھا موحینِ رازِ لبتِ اطائرِ روح  
بڑا پا جو کبھی ٹوٹ گیا رشتہٴ دام      اک نالہ کی اور اڑا طائرِ روح

مکھڑے اڑے تو یہ کے بڑبا جوشِ بہار      ہاں جامِ پلا سائی گلِ پوشِ بہار  
حمامہ ہو زاہد کا مئے سُرُخ سے تر      سجادہ ہو محراب کا آغوشِ بہار

قسمت میں لکھا تھا کہ رہوں مستِ ملام      مر جاؤں اگر دفنِ مرے ساتھ ہو جام  
خیرست جو زندوں کی بنی روزِ ازل      اُس میں ہوا درجِ سب سے اولِ ملام  
محفل میں نہ ہو شمع سے پرانے کی بجٹ      مستوں میں نہ ہو ساغرِ وِ پیانے کی بجٹ  
ہاں جلوہٴ یارِ آ دل وِ میراں میں      ہوں ستم ابھی کعبہ وِ تخانہ کی بجٹ

روشن ہے تجلی سے سیہ حنائیہ دہر      گلپوش ہے مانند شفق حب امہ دہر  
ہے رات کی روشنی ندارد ام صبح      کیا کر یک شب تاب ہے ہنگامہ دہر

نیزنگ جہاں تھا چمن آرا دل تھا      نغمہ کی طرح ساز میں یکتا دل تھا  
گلچیں نے غضب کیا کسے مل ڈالا      سمجھا تھا جسے کلی وہ میرا دل تھا

ڈرول کی طرح تاب ہے آئینہ میں      ہر شکل کا ہے جواب آئینہ میں  
پتھر کو دیا ہے تو نے اعلیٰ رتبہ      ہے نور ازل کی آب آئینہ میں

ما قوس کی آواز نہ ہے شور ازاں      ذرات پہ چھایا ہے خموشی کا سماں  
اُس راہ میں لایا ہے مجھے شوق طلب      خضر و ایساں پاشکستہ ہیں جہاں  
واعظ نے ادب پیر مغاں کا نہ کیا      تعظیم کو اٹھے یہ گوارا نہ کیا  
زندہ ان خرابات نہ ہوں آزر دہ      ابلیس نے آدم کو بھی سجدہ نہ کیا

خبر ہوں رنگِ ناکہ میں ہوں معصوم      پھر کیوں رہوں جرمِ میکشی سے محروم  
وہ ماہِ اعمال میں لکھتے ہیں ملک      اس سے بھی زیادہ ہے خدا کو معلوم

ہوں شیخِ عباتے ہیں مجھے الٹی راہ      لڑنے پائے نہ چہینوں سے نگاہ  
مانع کی تلاش ہے رہِ حسن میں جرم      کیا صنعتِ حق کا دیکھنا بھی ہے گناہ

ذائقہ میں شہد سے بڑکے مئے تلخ      ہومیوہ شیریں کے برابر مئے تلخ  
رت کا بدلتا ہے اسی کے بس میں      وہ چاہے تو ہو بادِ کوثر مئے تلخ

بے شبِ نگلِ لطافتوں پر نازاں      ہلکی پتی نزاکتوں پر نازاں  
س میں کہ گرفتار ہوں رنگِ بوکا      پھر بھی ہوں تیری عنایتوں پر نازاں  
جو رتو میں انِ فلک پٹ جائے      مرکز پر نہ قائم ہو زمین ہٹ جائے  
ماہِ اسباب میں طوفانِ بربا      سیلابِ اُمنڈ آئے جو دل پھٹ جائے



فریاد کہ مست مے نوا ہوں ساتی      تیرا ہوں مہلا ہوں یا بہلا ہوں ساتی

اک قطرہ حبا م کو ترستے ہیں لب      اک شاہد حسن سے جدا ہوں ساتی

تو ہے اور ذکر جا بجا ہے تیرا      جو وصف ہے لاعلم لنا ہے تیرا

ہے کرہ ارض یا کوئی حرفِ صفت      گردوں اک نقطہ ثنا ہے تیرا

غم دل سے مہلا بزمِ شبِ عید میں آ      رسموں کو نہ پوچ راہِ تجدید میں آ

دنیا سے گزر خطرہ عقبی سے گزر      جرأت ہوا اگر وادی توحید میں آ

ہے دفترِ عالم کی حقیقت معلوم      غم کن ہے عباراتِ اول کا مفہوم

اور اق اللہ سے پتہ چلتا ہے      موجود و ہی ہے اور سب ہیں معدوم

نشتے سے گرا ہوں کہ مناجات میں ہوں      موجوں کی طرح محو تری ذات میں ہوں

بد ہوں یا نیک میں ہوں بندہ حیرا      مسجودِ حرم ہوں کہ خرابات میں ہوں

لے شاہد شوخ دل کے دیرانے میں آ  
لے بادہ ناب ختم سے پیمانے میں آ  
لے ابر سیاہ دارغ عصیاں دھوئے  
لے رحمت کردگار میخانے میں آ

ہر جنبش موج بادہ پرستی کا سبب  
قلقل کی صدا نہیں ہیں مجھے نالہ رب  
میں قطرہ ہوں کس منہ سے انا ابھر گوں  
منصور نہیں ہوں کہ نہ ہو پاس ادب

تقویٰ سے الگ ریا سے بیزار ہوں میں  
ہوں بادہ پرست زندہ بخوار ہوں میں  
بخشش پہ تجھے فقر کہ غفار ہے تو  
رحمت پہ مجھے ناز گنہگار ہوں میں

مسرور ہوا نشے سے دل شاد ہوا  
صد شکر غم دہر سے آزاد ہوا  
میخانہ میں آ کر نہ رہا ہوش مجھے  
نیکی و بدی کا علم برباد ہوا  
جو زندہ ہو رحمت سے وہ نومید نہ ہو  
ہوشنگی اور غیب سے تائید نہ ہو  
گر ہم کو میسر نہ ہوا اک جام شراب  
میخانہ میں ماتم ہو کبھی عید نہ ہو

ہوں دُور جوانی میں مزے دار گناہ  
لذت ملے نہ جائیں بیکار گناہ  
ہو عفو پہ اس قدر بھروسہ مجھ کو  
تو بہ ہو ایک بار دوبار گناہ

کہتے ہیں برہمن مکہ صنم میں ہے تو  
زاہد کا یہ دعویٰ ہے کہ تم میں ہے تو  
ابتک نہ کسلا ہم پہ حسد الی پھانی  
بُت خانے میں ہے یا کہ حرم میں ہے تو

میں عالم ہستی میں فنا ہوں کہ نہیں  
میں رونقِ سماں بقا ہوں کہ نہیں  
ہونے پہ بھی ہے مجھ کو نہ ہونے کا گماں  
لے بیخود کی شوق بتا ہوں کہ نہیں

لے شا پر غیبِ لالہ گوں ساغر پہنچ  
رندوں میں ہے افلاس مئے پرند پہنچ  
دنیا میں اگر قحط ہے انگور سی کا  
اپنے بندوں کو بادۂ کوثر پہنچ  
پستی میں رہ اوج نظر آتی ہے  
انجم کی مجھے فوج نظر آتی ہے  
ذرہ ہوں مگر مہربیں سے ہوں قریں  
قطرہ ہوں مگر موج نظر آتی ہے

ہیں راز کے انداز اشاروں میں نہاں  
بے جنبش چشم میں محبت کی رباں  
ثاقب ہے حشر تک یہ زیب داس  
اک اک آنسو ہے انکی خصلت کا نشان

لشے سے فنا ہوئے میں سستی کے عذاب  
ہے مایہ راحت اثر جام شراب  
معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہم ہیں معدوم  
محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہے عالم خواب

اندازِ ستم کا مجھ کو شیرِ کنا  
الفت کے معاوضہ میں رسوا رکنا  
جانسوز نہ ہو دو دلفس نالہ دل  
اے ظلمت کا کیناں بردار کنا

یہ پہول یہ کلیاں یہ ہوا غمِ بیز  
یہ آپ گہوار یہ سبزہ نو خیز  
تو سوگ میں ہے حیف تجھ پر ثاقب  
نالہ ہے ترا باغ میں وحشت انگیز  
خمگیں ہیں نہ گہرا نیلے تاریکی میں  
اے دل تجھے ٹھہرائیں گے تاریکی میں  
ہے یاد کہ ہم آئے ہیں تاریکی سے  
چپ چاپ چلے جائینگے تاریکی میں